فہرست — تحفۂ اعظم — صفحہ

فہرست تحفۂ اعظم صفحہ

فہرست — تحفۂ اعظم — صفحہ

تمام شد

هو العزیز

مثنوی همایون مزاج وخجسته لقا
المسمی بتحفهٔ اعظم

طرفه این نامه که محسود بهار چمن است | عطر پرورده هم از بوی خوش انجمن است
باغی از سنبل و نسرین وگل یاسمن است | تازه از زخم دل و اشک تر و خون من است

خلاصهٔ وجه تسمیه چنانست که

این گلدستهٔ چمن و هدیهٔ انجمن را موسوم بتحفهٔ اعظم نموده

برسبیل تبلیغ تحایف دعا وترسیل وظایف ثنا

ببارگاه سلیمان جاه بندگان عالی جناب نواب اعظم اعظم الامرا والاجاه

امیر الهند مختار الملک سراج الدوله محمد غوث خان بهادر بهادر جنگ نواب دار العلم مدراس

المتخلص اعظم اعظم الله تعالی شانه واتم علیه نواله واحسانه گذرانید

مولفه اضعف عباد الله الصمد الباری قاضی غلام علی مهر المتخلص علی ساکن بندر معمورهٔ ممبئی

دریںولا حسب خواهش شایقان همایون تبار و راغبان خجسته اطوار

بندهٔ درگاه مجیب قاضی محمد ابراهیم خطیب که نسبت خواهرزادگی وشاگردی از مولف موصوف

میدارد این مثنوی را در مطبع فضل الدین ککر در سنه ۱۲۶۲ هجریه مطابق ۱۸۴۶ عیسویه بلباس طبع پوشانید

بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین

آن مبدعی کہ کون و مکان را بنا نہاد
در کان سینہ لعل سخن بے بہا نہاد

لکھا نام حق پہلے پھر سرنگوں
قلم نے بدیباچۂ کاف و نون

یہ ہیبت سے اسکی کئی لاکھ سال
رہا سر بسجدہ ہو مفتون و لال

اٹھا لوح سے پھر جبین نیاز
لگا کہنے ای خالق جانواز

ہی کیا تاب نسّاخ ثنا کی
کرے سیر تیرے گلستاں کی

ہو فضل تیرا اگر دستگیر
تو عاجز ہی بیشک زبان صریر

عجب ذات پاک اسکی بیکیف ہی
بجز فرق ساہی یہاں حیف ہی

نہیں کوئی اس بیچگون کا شریک
ازل سے ابد تک وہ ہی لاشریک

اُسی سے ہی موجود ہر ذی وجود — عبادت میں ہیں اُسکی کُل در سجود
وہ مالک ہی ہر بود و نابود کا — وہ حاکم ہی معدوم و موجود کا
ہی وحدت سے کثرت تک اُسکا ظہور — ہر یک شی میں ہی جلوہ گر اُسکا نور
لے ذرہ سے مہ تا بماہی تمام — ہیں لامع ز نور الٰہی تمام
نہ گلشن سے ہوا اُسکے فایز کبھو — نہ ممکن کرے گل سے پرواز بو
ہی شاخوں پہ مرقوم اُسکی صفت — ہر یک برگ ہی دفتر معرفت
نہ مست اُس سے تنہا چمن زار ہی — کہ مخمور وحدت سے ہر خار ہی
خموشی ہی ناطق گلوں کی یہاں — ہی ساقط زباں بلبلوں کی یہاں
ہر یک دشت وشت اُسکی ہی بوسے مست — ہر یک گاہ سے سن صداے الست
ہی ظاہر میں گر بے زباں ہر گیاہ — زباں پر ہی پر اُسکی ذکر اِلٰہ
سدا عاشقوں کا وُہی جان ہی — یقیں عارفوں کا وُہ ایمان ہی
وُہی حافظ عالم کون ہی — کسو کا سوا اُسکے پھر کون ہی
رگِ جاں سے گرچہ ہی نزدیک تر — پہ ہیں کنہ سے اُسکی سب بیخبر
معما خرد سوز ہی یہ عجیب — ہیں ہم دور اُس سے وہ ہم سے قریب
عجب کھیل ہی اُسکی قدرت کا سب — ہیں ڈوبے ہوے بحر میں تشنہ لب

دلوں میں ہی دل اُسّے نا آشنا | وہ ہی جان وجاں اُسّے ہی دُور تو

منزہ عجب ذاتِ سبحان ہی | مبرّا خیالوں سے ہر آن ہی

نہیں دم زنی کا ہی یارا یہاں | ورائے شرع ہی نہ چارا یہاں

سوا دینِ احمد کے ای نیک پی
نہووں حجاب اِس منازل کے طی

آن مرسلے کہ پا سے نیک، گام زد ایں | در بزمِ قرب بیشتر از انبیا نہاد

قلم کوں ہوا پھر یہہ حکم اِلٰہ | کہ لکھہ نام احمد بصد عزّ وجاہ

ہوا ہیبت سے تفتیدہ جانِ قلم | ہوئی ہی دوپارہ زبانِ قلم

کیا سر بسجدہ تب اُس نے سوال | یہہ ہی کوں ای خالقِ ذو الجلال

کہ ہی قربیت اِسکی مولا کے ساتھہ | کہ ہمسر ہی اِس نام اعلا کے ساتھہ

پڑی کان میں اُسکے تب یہہ ندا | نہ معشوق سے ہی وہ عاشق جدا

احد اور احمد میں یک میم ہی | یہی فرق از بہرِ تعظیم ہی

وہ ہی میم سر حلقۂ کاف و نون | ہی آئینۂ قدرتِ بیچگون

محمّد وہ نورِ آفرینش کا ہی | اُسی سے ظہورِ آفرینش کا ہی

خدائی میں ہیں گرچہ لاکھہ انبیا | کسی ذات سے اُسکی نسبت ہی کیا

وہ برّاقِ فطرت مہِ تابناک ‏ ‏ نہ آدم سے آب آشنا اور خاک

رکھا اشہبِ جاہ نے اسکے سم ‏ ‏ پری گوشِ ہستی میں آوازِ قم

نہ کام آئے جبریل کے لاکھہ پر ‏ ‏ کہ ہوا اُسے عنقا کا وہ ہمسفر

مکاں لامکاں کر چکا ہی وہ طی ‏ ‏ پلائی اُسے وصل کی حق نے مے

صفِ انبیا کا وہ ہی پیشوا ‏ ‏ کھڑے اُس کے در پر ہیں سب بے نوا

جو در کا ہی یک اُسکے ادنیٰ خدم ‏ ‏ ہی جم سے فزوں اُسکا جاہ و حشم

غلاموں کا اُسکے لکھوں کیا کمال ‏ ‏ کہ جنّت میں ہی پائے کو با بلال

جو منہہ کوئی گر اُسّے پھیرے کہیں ‏ ‏ بجز نار اُسکا ٹھکانا نہیں

محمّد بشر ہی نہ جبّار ہی ‏ ‏ یہ جبّار کے گھر کا مختار ہی

یہہ آیت سناتا ہوں اس شا میں ‏ ‏ کہ ظاہر فَتَرضیٰ ہی قرآن میں

ہی مالک کو مملوک کی اپنے چاہ ‏ ‏ یہہ ہی عبد محرم رمزِ اِلٰہ

اگر دعوا دارِ خدائی نہیں ‏ ‏ خدا سے پر اُسکو جدائی نہیں

بنایا ہی اُسکے لیئے حق نے سب ‏ ‏ ظہورِ خدائی ہی اُسکے سبب

چمن زار قدرت کے سب خار و گُل ‏ ‏ ہوئے اُسکے باعث سے موجود کل

جو کچھ ہی نہاں اور ہویدا تمام ‏ ‏ ہوا اُسکی الفت سے پیدا تمام

وہی نور ہے ارض و افلاک کا | وہی مہر ہے اوج لولاک کا
نہ وہ غیر حق ہے نہ وہ عین ہے | مکاں اسکا در قاب قوسین ہے
وہ ہمراز بے شک ہے اللہ کا | ہے کشور کشا لی مع اللہ کا
وہی تیر ہے اور وہی ہے کمان | کہ ہے ما رمیت اذ رمیت اسکی شان
بھی قرب اسکا ہے قرب اللہ ہے | دلیل اس پہ یحببکم اللہ ہے
رسائی ہے اسکی کہیں سے کہیں | کسو کی وہاں تک رسائی نہیں
وہ ختم رسالت ہے شاہِ امیں | کہ ہے ملک محمود زیر نگیں
جہت سے اسی کی بصد یاوری | ملی انبیاؤں کو پیغمبری
ہر یک انبیا اسکا محتاج ہے | یقیں سب کا وہ درۃ التاج ہے
وہی کشور قرب کا شاہ ہے | کہ عرش اسکا نقش قدم گاہ ہے
سراپا تھا یک اسکا نور صمد | تھا سائے سے دور اسلیئے اسکا قد
ہوئی کفر کی اس سے نابود بود | گرے اسکے آتے ہی بت در سجود
شرف اسکی دعوت سے پائی جہاں | ہوا ہے ہر یک سنگ تسبیح خواں
جلالت سے اسکی بدور سپہر | نکل باہر آیا ہے مغرب سے مہر
جو انگلی سے اپنے اشارہ کیا | فلک پر قمر کو دو پارہ کیا

پھر جب وہ نکلا ہے از کانِ درج
گرے خاک پر طاقِ کسریٰ سے برج

گئی عرش تک اسکی عزت کی دھوم
شیاطیں پہ گرنے لگے ہیں نجوم

قبول اسکی دعوت در خشوں نے کی
نثار اُس پہ جان نیکبختوں نے کی

فدا اُس پہ کر جان و گھر بار سب
ہوئے ہیں وے مقبولِ جبّار رب

انھیں اہل ایمان سے الخصوص
ہی صدّیقِ اکبر ریاضِ خلوص

عمر جو ہر تیغِ اسلام تھا
فدا ختمِ مرسل پہ مادام تھا

تھا عثمان بھی صدقے بصد مال و زر
ہوئی ریش تک خون سے اسکی تر

علی کر فدا جان بصد عز و جاہ
تھا خوابیدہ بر مسندِ خوابگاہ

سوا انکے یکسر جو اصحاب ہیں
وجوب انکے ہم سب پہ آداب ہیں

درود اُس رسالت کے گوہر پہ ہے
اور اُسکے تمام آلِ اطہر پہ ہے

خوش ساعتے کہ بہرِ مناجات بندہ
چون خامہ فرقِ عجز براہِ خدا نہاد

الٰہی بحقِ محمّد رسول
باصحاب و ازواج و آل و بتول

مجھے دین و دنیا میں عزت سے رکھ
معزز سدا جاہ و حرمت سے رکھ

بھی راہی مرے تن سے جب جان ہو
تو ہمراہ تب زادِ ایمان ہو

مرتب یہہ جسکے لیئے ہی کتاب
سدا اُسکو دولت سے رکھہ کامیاب

دعا مختصر کرچکا ہوں تمام
ہو مقبول یہہ بہی والسلام

جنس گران بہا جہانیت جز سخن
ای کان فضل بحر عنایت سخا بہا

پلا ساقیا می جو بے مول ہو
ہمیشہ جواہر کے ہم تول ہو

کھلے جسکے پینے سے باب سخن
جہاں تاب ہو آفتاب سخن

سخن مطلع صبح جاوید ہی
سخن مشرق مہر امید ہی

ہی تا دام شمع سخن کی ضیا
ہی تا حشر روشن سخن کا دیا

سخن کے ہیں چشمے سدا نور بخش
سخن کا ہی رخشاں در آفاق رخش

سخن کا ہی نت سبز تر لالہ زار
سخن کا ہی گلشن ہمیشہ بہار

جو ہیں یوسف مصر نام آوری
ہی پاس اُنکے قدر سخن پروری

خردمند ہیں آشنائے سخن
کہ ہیں نامدار از بقائے سخن

سخن کے طلبگار دایم ہیں شاہ
سخن کی امیروں میں رہتی ہی چاہ

نہ باقی رہی عمر اسلاف کی
یہ قایم ہی ذکر اُنکے اوصاف کی

نہ جاوید امیر و سلاطیں رہے
نہ اہل سخن سحر آئیں رہے

یہ نام انکا ہم رنگ خورشید ہی
اس عالم میں تا حشر جاوید ہی

نہ وہ رودکی اور نشتر باہیں
یہ موصوف ساماں کے اذکار ہیں

کہاں عنصری اور صلہ کش وہ پیل
یہ ہی ذکر محمود دایم جمیل

رہا ہی نہ وہ عصر خاقانی کا
ہی مادام پر نام شروانی کا

نہ وہ سعد زنگی جہانبان ہی
یہ ذکر اسکا زیب گلستان ہی

قدرداں خزانے جواہر کے کھول
صلہ دے سخن لیکے رکھتے ہیں مول

جو نام آوری کا طلبگار ہو
وہ در سخن کا خریدار ہو

خدا ہی کا واجب ہی ہر دم سپاس
کہ قایم ہیں آفاق میں حق شناس

از انقلاب چرخ امان یافت ہر غریب
در ظل غوث خان بہادر بہا نہاد

امیر جہاں بخش والا جناب
کہ نواب اعظم ہی جسکا خطاب

مہ آسماں مہر گیتی پناہ
فلک احتشام و ملک بارگاہ

خدیو فلک جاہ سالار ملک
ندیم شہنشاہ مختار ملک

سراج دول مسند آرائے ہند
وزیر جہاں فخر امرائے ہند

جوان جوان بخت آفاق گیر
خداوند حشمت امیر کبیر

انیس سلاطینِ ذی اقتدار
عیاں سایۂ لطفِ پروردگار

بہارِ گلستانِ انصاف و داد
چراغِ شبستانِ اہلِ مراد

جہاں پرور و کامگارِ جہاں
دُرِ افسرِ افتخارِ جہاں

وہ ہے کون نوابِ گیتی ستاں
خداوندِ جاہ و حشم غوث خاں

ہے مدراس زیرِ نگیں اُس کے سب
کہ مشہور ہے دارِ علم و ادب

بدور امیرِ فلک اقتدار
بجا ہے حسن پر کروں افتخار

یہہ ممدوح کی اُسکے توصیف ہے
کہ یک دن دوشالے دئے سات سے

یہ اس کانِ بخشش کا ہے یہہ مدار
کہ یکدن میں بخشے خزانے ہزار

توُ ہی حوصلہ ہے نہ دل تنگ ہے
گہر اُسکی آنکھوں تلے سنگ ہے

ہے نوبت میں اُسکی یہہ لطفِ خدا
گرانی سے ہے دور خلقت سدا

جہاں ہو یہہ ابرِ کرم دُر فشاں
عجب کیا وہاں قحط ہو گم نشاں

کرم کے جہاں نت ہیں مفتوح باب
ٹکے لاکھہ کا ہے وہاں کیا حساب

محلے محلے کسی کا ہے نام
یہ ہر شہر تک اُسکا ہے فیضِ عام

یہہ ہے وہ سخی ہیں سخی جسکے گرد
ہے نام اُسکا جانِ کرمونکا ورد

مجسّم ہوا اُسکا جدم وجود
تھا پانی کے بدلے وہاں بحرِ جود

کرم کے

کرم سے نہو طبع کیوں خو پذیر | کہ ہی جود و انعام اُسکا خمیر

کروں اُسکی بخشش کہاں تک رقم | ہی حاتم کا دل جسکے زیر قدم

عطا دیکھہ جسکی ہو گریاں سحاب | پھرے غرق دریا یہ خجلت کا آب

نظر آوے ہمت کا اُسکی جو اوج | رہے سر بگرداب حیرت سے موج

کرے گر بقلزم نگاہِ کرم | طلا پشت ماہی کے ہوں سب درم

صدف اپنے کانوں سے سن اسکا نام | ہی منت سے نیساں کے فارغ مدام

دکھاوے جو نیساں کو فیض عمیم | پلیں بے صدف جگ میں دُرِ یتیم

اُٹھاویں جو موتی یتیمی کا داغ | تو سائے تلے اُسکے ہوں شب چراغ

پری کاملوں کی ہی اُس پر نظر | کہ ہی تربیت میں یہہ اُسکی اثر

یہہ طرز عنایت کسے یاد ہی | خدا ہی کی یہہ محض امداد ہی

غریبوں کو بخشا ہی زر بے حساب | ہی نم اُسکے بحر کرم سے سحاب

جو در پر کبھیں اُسکے پہنچا غریب | ہوا مالدار جہاں عنقریب

نہ مطلب اُسے عیش و آرام سے | کہ مشتق کرم اُسکے ہی نام سے

کروں گر بیاں عدل و انصاف کا | تو دل کانپ اُٹھے رقِ تنقاف کا

ملا دے یہ پشتے سے خرطوم پیل | زبردست ہیں عاجزوں سے ذلیل

بسترِ دن میں تیہو ہیں مشغولِ خواب — وہاں جا کے دیتے ہیں جو کی عقاب

اگر باگھ کا بدلے بکری سے قول — تو حسنے کی اسکے لگے سر پہ دھول

اٹھے عدل میں اسکے ظالم کے بیر — ہوا کو نہیں انک تنکے سے بیر

دلِ آب آتش سے ہو گر طپاں — تو خاکستر اسکا کرے گم نشاں

وگر آب سے تر ہو دامانِ خاک — کریں سنگ سینے کو نت اسکے چاک

وگر سنگ مجروح ہو فی المثل — تو ماہی اٹھا دیں اسے سر کے بل

نہو جبتلک حکم اسکا صدور — پھرے بھاگتا دام ماہی سے دور

وگر دام ماہی پہ ہو بد نظر — نہنگ اسکا پھینکے وہیں کاٹ سر

غرض عدل اسکا بدورِ فلک — جہاں گیر ہی از سما تا سمک

کروں گر میں طورِ شجاعت رقم — تو ہو جاوے فولاد بازو قلم

سہامِ اجل اسکا ہر تیر ہی — ظفر جوہرِ روے شمشیر ہی

بروزِ نبرد اسکی توپیں سدا — یہہ کہتی ہیں دشمن سے جاء القضا

عدو کو نہ اسکی نظر کی ہی تاب — اگر فی المثل ہی وہ افراسیاب

سنے نام اسکا جو روزِ مصاف — تو رستم گریزاں ہو تا کوہ قاف

زہے شیر افگن بمردی و زور — غلامی کرے جسکی بہرام گور

زبس

زبس صاعقہ بار دیکھہ اسکی تیغ ‌ ‌ گریزاں ہی برق اور نالاں ہی میغ

نگاہِ غضب سے جو دیکھے کہیں ‌ ‌ اٹھیں آب سے شعلۂ آتشیں

ہی بس پر یہہ حلم اسکا مانند آب ‌ ‌ کہ ٹوٹے نہ ہاتھوں سے اسکے حباب

حیا اسکے عالم سے ہی شرمگیں ‌ ‌ تحمل کا کشور ہی زیر نگیں

تو گل میں دیکھو تو ہی یک بہار ‌ ‌ رہا ہی قدم اپنی ہمت کا گار

لکھوں اسکے اخلاق کا کیا کمال ‌ ‌ کہ ہی زیر گردوں عدیم المثال

نہ ویسا کہیں ہی حلیم و خلیق ‌ ‌ بسانِ پدر خلق کا ہی شفیق

شریعت طریقت پہ قایم ہی وہ ‌ ‌ حقیقت سے آگاہ دایم ہی وہ

ہی یک معرفت میں وہ دریا شعار ‌ ‌ سخن اسکے ہیں جوں درِ شاہوار

کروں علم و دانش کا کیا قیل و قال ‌ ‌ جہاں دست بستہ ہیں اہل کمال

وہ ہی خسرو کشورستانِ علم ‌ ‌ کہ سینہ ہی یک اسکا بستانِ علم

فصاحت بلاغت میں ہی بے نظیر ‌ ‌ ہی ملک سخن میں وہ آفاق گیر

تعلق سخن سے ہی اسکو عجیب ‌ ‌ کہ جوں گل سے ہی نسبتِ عندلیب

قلم سے رواں دیکھہ نقشِ بدیع ‌ ‌ ہی خو کردہ خجلت سے فصلِ ربیع

کرے طبع موجود دریا مثال ‌ ‌ نوادر مضامیں نوادرِ خیال

عبارات ہیں تختۂ گل فریب
اشارات ہیں چشم بلبل فریب

مضامین سب سحر آئین ہیں
کنایات خجلت دہ چین ہیں

زمانے میں ہی آج یکتائے عصر
کروں کیا بیاں خوبیٔ نظم و نثر

سواد جہاں میں برنگ بہار
بیاض اُسکے شعروں کی ہی آبدار

متانت میں الفاظ ہیں سربلند
خیالات رنگیں ہیں خاطر پسند

حلاوت یہ جنکے کرے غش نبات
رہے دنگ منہہ دیکھہ آب حیات

ہر یک شعر اُس بحر عرفان کا
ہی مطلع فصاحت کے دیوانکا

سوا اُسکے جتنے ہیں یکسر علوم
رمل ہیئت و موسقی تا نجوم

ہر یک فن میں ماہر ہر یک شی میں طاق
ہی یکتا یہ منظر نہ رواق

ای کشورکشائے جہان کرم
گہر ریز بحر و کان کرم

چمن زار طاقت سے مشت گیاہ
کہ جس پر کریں خس سبک تر نگاہ

بنا اُسکو تحفہ بشوخی عجیب
رکھا ہوں ترے باغ کے لا قریب

نہ شوخی سے ہو میرے اب سرگراں
جہاں گل ہی سبزہ بھی ہووے وہاں

ہی ممکن کہیں گر چمن زار ہو
برآمد وہاں بے سخن خار ہو

یہہ چہتا ہی یہہ دستۂ خار بند
کہ گر ہو کوئی حرف خاطر پسند

ملے اس بہانے سے گلشن میں جا | کرے صرف اوقات راحت فزا
نہو عرض کرنے سے میرے ملول | کیا مور کا جم نے تحفہ قبول
الہی جہانتک ہے قایم سپہر | جہانتک درخشاں ہیں یہ ماہ و مہر
رہیں بخت نواب عالی جناب | ہمیشہ بدور فلک کامیاب
فزوں اسکا کردم بدم اقتدار | اگر ایک مانگے تو دے سو ہزار
یہہ اقبال و اجلال قایم رہے | جہاں میں وہ خوشنود دایم رہے
رکھہ اولاد کو اسکے ما دام شاد | سدا کام بخشے جہاں با مراد
رہے خیر خواہونکے گھر زینت خوشی | ذلیل انکو کر جو کریں سرکشی

چمن زار دل کے یہہ سیراب ہوں
یہہ اشعار مقبول نواب ہوں

بشنو حکایتے کہ شہ کشور سبا | فرزند خواہ رو بدر کبریا نہاد

کوئی شاہ ملک پرستان میں | تھا سالار قوم بنی جان میں
وہ شہر سبا میں تھا آفاق گیر | تھے ذی روح سب اسکے فرمان پذیر
سدا بخت و اقبال تھے خانہ زاد | اسے لوگ کہتے تھے فرخ نژاد
جہاں تا جہاں اسکی حشمت کا دور | قرین جلالت حکومت کا طور

لیئے ساتھ سب اپنی فوج سپا ۔۔۔ تھا آفاق پیما با فوج ہوا
نظر کر یہ صولت کے آئین سب ۔۔۔ تھے ہیبت سے لرزاں سلاطین سب
لیا اُسنے گردن کشوں سے خراج ۔۔۔ دیا بادشاہوں نے عالم کے باج
خزانے بھرے دولت و مال سے ۔۔۔ بہت کامیاب اپنے اقبال سے
سلیقہ عجب اُس کے شاہی کا تھا ۔۔۔ کہ دلشاد ہر مرغ و ماہی کا تھا
نہ ممکن کوئی جگ میں ناشاد ہو ۔۔۔ کسی مور عاجز پہ بیداد ہو
اُسے دیکھ غالب بدشمن کشی ۔۔۔ نہ کی سرکشوں نے کبھو سرکشی
وہ آفاق میں صاحب عزم تھا ۔۔۔ فروزندۂ آتش رزم تھا
لکھوں فوج کا اُسکے کیا میں نشاں ۔۔۔ تھا دریائے مواج آتش فشاں
بہر سمت دیکھ اُنکا رفت و گذشت ۔۔۔ کہے تو قیامت نے کی بازگشت
نہ ہوتی اگر فوج پا بر ہوا ۔۔۔ تو محجوب ہوتی زمیں زیر پا
خزانے بھرے مال سے بے شمار ۔۔۔ وہ کوٹھے جواہر کے تھے صد ہزار
کروں کیا بیاں ہر جواہر کا رنگ ۔۔۔ یہاں کے جواہر وہاں کے ہیں سنگ
کئی شہر رکھتا تھا زیر نگیں ۔۔۔ تھا ہر شہر وسعت میں روئے زمیں
کھنچے گرد ہر یک کے طرفہ حصار ۔۔۔ منقش بنقش طلسم آشکار

عمارات عالی مصفّا تمام ۔ عیاں جلوۂ نور تا سطح بام

روش ہر عمارت کی خاطر پسند ۔ خجل جنکی رفعت سے چرخ بلند

جو ادنیٰ محل سب سے معیوب تھا ۔ قصورِ ارم سے وہ مرغوب تھا

لگی تھی طلسمات کی سب میں کل ۔ جہاں چاہئے ہو رواں ہر محل

در و بام میں انکے کچھ لاگ تھا ۔ ہزاروں طرح کا بھرا راگ تھا

کہیں جا پڑی کس عمارت پہ دھوپ ۔ تو ہر سنگ سو سو دکھاتا تھا روپ

ہوا کا ہوا گر کہیں سے گذر ۔ مہکتے تھے خوشبو سے دیوار و در

وہ گل بوٹے دیوار و در کے سبھی ۔ شگفتہ کبھی اور موندے کبھی

غرض تھا وہاں عالم آرا طلسم ۔ عمارات تھے یا تھا برپا طلسم

عمارات کے گرد سب لالہ زار ۔ ہمیشہ قدم بوس جنکی بہار

ہر یک بوستاں نقلِ باغ بہشت ۔ ہر یک گل شگفتہ چراغِ کنشت

کہیں نہر جاری کہیں جوئے آب ۔ خجل جن سے سرچشمۂ آفتاب

بنا سنگ مرمر کا ہر راستہ ۔ تھا گل کاریوں سے سب آراستہ

سدا گلرخوں کا وہاں ازدہام ۔ رواں ہر پری زاد ماہِ تمام

سرِ چوک جلوے دکھاکین کے ۔ دکھاکین تختے ریاحین کے

تھے ساکن وہاں اہل حرفہ تمام ۔ ہنرمند آفاق طرفہ تمام

دکانوں میں موجود شے پاک و صاف ۔ تمامی کے پردوں کا اس پر غلاف

ہنر اوستادوں کا یکسر عجیب ۔ سدا روز افزوں طلسم غریب

غرض شہر سب عالم نور تھا ۔ سدا ماہ رویوں سے معمور تھا

پری زاد رہتے تھے یکسر وہاں ۔ تھے سب مالدار و تونگر وہاں

بیک آئیں سے سب کی تھی بود و باش ۔ پہ رتبے کے موجب ہر یک کی معاش

زبس شاہ عادل و پر غور تھا ۔ کسو کا کسو پر نہ کچھ جور تھا

کوئی کس سے شاغل نہ کینے کے ساتھ ۔ تھا مربوط رشتہ قرینے کے ساتھ

معلی وہ دولت سرا شاہ کی ۔ تھی پھیکی جھلک جس سے نت ماہ کی

بھرا اس میں رہتا تھا سامان عیش ۔ محل سب تھے گویا گلستان عیش

مکیں ہر مکاں میں جو مستور تھیں ۔ وے خجلت دہ عالم حور تھیں

شہ کامراں مہر گیتی نواز ۔ تھا ساتھ انکے مشغول با عیش و ناز

یہ سب کچھ تھا پر تھی نہ اولاد اسے ۔ سدا غم یہ رکھتا تھا ناشاد اسے

لگائے ہوئے رب سے نت دھیان تھا ۔ طلبگار فرزند ہر آن تھا

کئی دن تلک اسنے مناجات کی ۔ خدا سے طلب اپنی حاجات کی

پس از شغلِ دعواتِ شام و سحر — خدا نے دئے کھول مطلب کے در

ہوا ہے یہہ افضالِ ربِّ کاملہ — ہوئی اُسکی زوجہ کوئی حاملہ

ہوا شاہ کے دل سے تب دورِ غم — لگی ہونے حاصل خوشی دم بدم

گیا حزن سینے سے کافور ہو
چمکنے لگا داغِ دل نور ہو

مہ پارۂ زمطلعِ امید شد طلوع — نامش پدر بلطفِ خجستہ لقا نہاد

پلا ساقیا مے بمینا سے گل — کہ عشرت کا دَور آکے پہنچا ہے کل

بجاتی ہے زہرہ فلک پر رباب — وہ نکلے ہے اب برج سے ماہتاب

یہہ سنئے کہ نہ ماہ گذرے وہیں — ہوئی شہ کے گھر اِک لڑکی حسیں

عجب ماہ رخسار پیدا ہوئی — ہر اک حور دیکھ اُسکو شیدا ہوئی

خجستہ وہ صورت نظر کر تمام — رکھا ہے خجستہ لقا سب نے نام

وہیں نذر گذرانیاں سب نے جا — کیا عرض اے سایۂ کبریا

مبارک وہ فرزند ہو نیک ذات — کہ ہے باقیاتِ ازل صالحات

یہہ سن مژدہ شہ نے باقبال و بخت — رکھا سر بسجدہ ببالائے تخت

پھر اُس بعد کر لب سے گوہر نثار — کہا لا بجا شکرِ پروردگار

نہ پیدا ہوا گرچہ فرزند نر — پہ آباد میرا ہوا ہی یہہ گھر

ہوا اس سے روشن چراغ سرور — مرے دیدۂ دل نے پایا ہی نور

الٰہی اسے کر تو عالی تمیز — پسر سے ہی مجھکو یہہ دختر عزیز

لیں نذریں خزانے کے کر باب باز — کیا سب کو انعام دے سرفراز

وہیں اہلکاروں کو فرما دیا — کہ آراستہ ہو وے دولت سرا

بچھیں فرش و قالیں تا بار عام — نواساز ہو جاویں حاضر تمام

تمامی کے برپا کریں سایہ بان — ستون طلائی پہ یکسر وہاں

جو اسباب عشرت کا درکار ہو — سبھی بے کم و کاست تیار ہو

لے نذریں اسی دم صغیر و کبیر — ہوئے رونق افزا پاے سریر

کیا سب کو محظوظ انعام دے — سرافراز منصب سے ہر کام دے

وزیروں کو خلعت امیروں کو تاج — رعیت کو بخشا ہی یکسر خراج

جمی محفل عیش یک آن میں — پڑا شور و غل سب خیابان میں

بجی پہلے نوبت خوشی کی وہاں — اٹھے ہیں دھمک اس سے ہفت آسماں

وہ نقاروں کو گرم نقارچی — لگے کرنے اس دم لگا اپنا جی

وہیں زیر و بم سے ملا پہلے تال — لگے صوت کے پھر دکھانے خیال

لگا بجنے اُس شان سے جو گھڑا — گیا پھول دل جی خوشی سے بھرا

نہ چوبیں رواں تھیں سُوئے اوج — اُچھلتی تھیں دریا کی شادی کی موج

نوا سُن تکورو نکی اُس آن میں — چٹکنے لگے گُل گلستان میں

وہ شہنا نوازانِ شیریں مقال — کھِلانے لگے پھول سے اپنے گال

وہ حُسن سُن نوا اور ہر یک سُر و تان — دیے کھول غنچوں نے تب اپنے کان

وہ قرنے ہوئے ہم قِران خوشی — ہوئے ہمدمِ محفل و مے کشی

تُری کا سراپا ہوا صوت میں — دکھایا ہی بانکوں نے بھی بانکپن

اترانا لگا بجنے باجوں کے ساتھ — ترانے کے پھیلے ہیں عالم میں ٹھٹھ

غرض شادیانے پرستان کے — ٹھنے جتنے ہر یک سُر ہر یک تان کے

لگے گت پہ بجنے سبھی سربسر — ہویدا تھا یکسر طلسمِ ہنر

ہر یک ساز سرمایۂ ہوش تھا — خوشی کا بھرا سب میں بنت جوش تھا

اُسی جاہ و حشمت سے با اِحتشام — بجے شادیانے خوشی کے تمام

مجلس میں بھی تھا مہوشوں کا ہجوم — مبارک سلامت کی تھی صرف و دھوم

ہوا حکم پھر اس طرح جاں نواز — کہ جتنے ہیں اس شہر میں اہلِ ساز

سبھی ہوویں حاضر بدربارِ عام — مہیّا سبھی کچھ ہو با انتظام

یہ سن حکم یکبار اہلِ نشاط ۔۔۔ لگے ہونے حاضر بصد انبساط

کوئی رتھ پہ بیٹھہ اپنے آئی وہاں ۔۔۔ کوئی کہہ اٹھی ہے وہ گاڑی کہاں

کسو نے کہا نوکروں کو بلا ۔۔۔ میاں سے میانا کوئی مانگ لا

کوئی اپنے ہاتھی پہ کسوا کے جھول ۔۔۔ عماری پہ بیٹھی ہے عشرت سے پھول

کہیں تھا خیال اپنے انداز کا ۔۔۔ کہیں دھیان انگیا و پیشواز کا

کسو نے کہا بیت بِرا ہی ہوا ۔۔۔ وہ کہنا یہاں سے بِرا کیا ہوا

کہیں کس کی زلفوں میں اٹکی ہی جان ۔۔۔ لبوں پر کہیں آگیا رنگ پان

کسو نے وہ آئینہ لے مسکرا ۔۔۔ پھرایا ہی زلفوں پہ شانہ ذرا

مقابہ کوئی کھولکر اس گھڑی ۔۔۔ چراتی تھی مستی کی لب پر دھڑی

ہر یک کے یہی دل میں تھی آرزو ۔۔۔ نہ مجھہ سی بنے کوئی بن ٹھن کبھو

غرض حسن تھا انکا عالم فریب ۔۔۔ وہ سنگار سے اور پایا ہی زیب

ہوئیں جو سراپا وے آراستہ ۔۔۔ ہوئیں غیرت ماہ ناکاستہ

کروں انکے ملبوس کا کیا بیاں ۔۔۔ قلم کی ہوئی لال اسدم زباں

وہ پیشواز تن سے ملی تنگ و چست ۔۔۔ کناری و گوٹے لگے سب درست

وہ ابھری ہوئی چیں یا موج تھی ۔۔۔ کہ غارت گر عالم اوج تھی

وہ انگیا و کرتی وہ جوبن کا تول
دو بالا ہوا اُس سے بازو کا مول

نہ پوچھ اوڑھنی کا تو مجھ سے کمال
تھا ہر ماہیِ حسن کا ایک جال

تلے اسکے زلفوں کا عالم غضب
تماشا سحر غارت نیم شب

سیاہی وہ مسّی کی لب پر نمود
نمایاں شفق میں تھا چرخ کبود

جو آنکھوں میں کاجل کی تحریر تھی
ہرا ہو گویا پا بزنجیر تھی

وہ کانوں میں موتی کے بالے پڑے
تھے گرد قمر جیسے ہالے پڑے

انوٹھی وہ مکھڑے پہ نتھ کی پھبن
پڑا عکس چہرے پہ زیب دہن

لکھوں گر بہ تفصیل سب زیورات
تو گر کھیت ہو جاوے ہر ایک بات

غرض ہر کوئی عشوہ پرداز ہو
زسرتا قدم جلوۂ ناز ہو

چلی آئیں محفل میں با احتشام
ہوا انکی کثرت سے یک ازدحام

وہ سازندے بھی انکے پہنچے ہیں ساتھ
قیامت تھی یا تھا ہنر انکے ہاتھ

وہیں بیٹھ کر سب دیا لاکے دست
لگے ساز کرنے سب اپنا درست

غلافوں سے نکلے سرود اور بین
وہ قانون و سارنگیاں دل نشیں

ملانے لگے سب وے سازوں کے سُر
لگا ہونے ہر تار نغموں سے پُر

جمی جب سُر اوت ہر یک ساز کی
رہی آنبا وت پہ انداز کی

جو طبلوں کو ٹھیکا ہی بانہونکے ساتھ
بہم گت سے پڑنے لگا اُس پہ ہاتھ

لگی تھاپ مردنگ کے گال پر
ہوئی رہنما پھر اُسے تال پر

یہہ عالم گویّونکے ہر لاگ کا
سلام اور مجرا تھا اُس راگ کا

بنا ٹھاٹ جب اہلِ سازونکا کُل
اُٹھیں لالہ رُخسار جوں شاخ گُل

سماں بن گیا ناچ اور راگ کا
لگی پھیلنے ہر طرف خوش صدا

مِلے سُر وے سازونکے انداز سے
ٹپکنے لگا راگ ہر ساز سے

وے قانوں سرود اور سارنگیاں
دکھانے لگیں اپنی نیرنگیاں

طنبوروں کے سُر راگ سے پُر ہوئے
رُبابوں کے مُنہ غیرت سے خور ہو

لگیں اُنگلیاں پھسلنے چنگ پر
لگی تھاپ پڑنے کو مردنگ پر

وہ بائیں وہ طبلے ہوئے گرم جوش
دھمک سر بسر آفتِ عقل و ہوش

پیالوں پہ بجنے لگا جلترنگ
ہوا ہی بھی سُندھری کا سب راگ رنگ

جو چھوتا ہی دیپک سے رہوارِ راگ
تو بہرہ تلک گرم تھی اُسکی باگ

کبد اور دھرپت نے دِکھلائے تال
بھی ٹپّے و ٹھمری سے لے تا خیال

وہ عالم سماں کا عجب دِل شکیب
کرشمے وہ خوبوں کے عالم فریب

نہ وہ ناچ تھا رقصِ طاوس تھا
ویا جلوۂ کبک پا بوس تھا

کیا ہی غضب ماہ پاروں نے بس ‌ ‌ کیا قتل کا قصد نظاروں نے بس

ادا نے لیا اُنکے ہاتھوں کو چوم ‌ ‌ جگر راگ کا ہو گیا اُنسے موم

قیامت فدا اُنپہ ہر آن تھی ‌ ‌ وہ جادو بھری اُنکی ہر تان تھی

بندھا سر وہیں اُنکے آلاپ کا ‌ ‌ لگا ہلنے دل اُس سے ہر تھاپ کا

نہ پوچھو اُس گھڑی حالت گتکری ‌ ‌ طلوع سحر تھی وہ جادو بھری

نئے رقص نے اُنکے دکھلائے طور ‌ ‌ دکھایا ہی عشووں نے فتنے کا دور

ادائیں لگی ہونے ظاہر عجب ‌ ‌ تھا گتنا طلسم اور تھرکنا غضب

کنارے بہر سو درخشاں ہوئے ‌ ‌ کرشمے سبھی آفت جاں ہوئے

وہ لپرانا پشواز کا سو بسو ‌ ‌ وہ انگیا کی چستی دکھانا کبھو

کبھو لے دُپٹے کا سر پر نقاب ‌ ‌ نہاں ہونا جوں ابر میں آفتاب

دکھا جعد مشکیں کبھو برملا ‌ ‌ ہر یک دل کو کرنا اسیر بلا

کبھو کج نگاہی سے کرنا نظر ‌ ‌ غضب سے کبھو منہ پھرانا اُدھر

ہر یک گت وہاں زیب قامت ہوئی ‌ ‌ یہ ٹھوکر کے لگتے قیامت ہوئی

جھکانے سے ہاتھوں کے ہر دل جھکا ‌ ‌ جو روکا اُسے پھر وہیں سے رکا

کوئی گت پہ اپنے لگی جھوم نے ‌ ‌ لگی پنبۂ صبر کو تو م نے

سماں راگ کا کس نے ہاتھوں لیے — اُتارا ہی اُسکو فلک سے تلے
کہیں مار ٹھوکر کسو نے ذرا — دیا اُس سماں کو سما پر اُڑا
کوئی ہو کے سنگیت سے مست حال — دکھانے لگی رہلو میں خیال
کتھک کے کوئی فن میں باآب و تاب — لگی ناچنے گت بفرق حباب
ظہور سحر ہر طلسم اُنکا تھا — گویا نخل فن جان و جسم اُنکا تھا
کمالِ ہنر اپنا دکھلا کے سب — کیا ہی ہر یک ماہ و تن نے غضب
اُٹھے تن پہ گرمی سے چہرے دہک — دکھانے لگی سرخ روئی بھبک
ہوئے گل سے رخسار شبنم فشاں — لگے چھوٹنے بدر سے کہکشاں
سراپا جو اُنکا نم آلود تھا — چمن حسن کا شبنم آلود تھا
ہویدا ادھر طرفہ تماشائے حسن — عرق سر بسر موجِ دریائے حسن
اس عالم میں دے قاتل جان و جسم — دکھانے لگی ہیں فنون طلسم
غرض تا چھتی تنگ تھا یہ سب ہجوم — رہی ہی یہی بزم عشرت میں دھوم
محل بھی وہ یک جلوۂ نور تھا — فزوں عیش و عشرت سے معمور تھا
لب بام سے تا بہ پستی تمام — عجب ماہ رویونکا یک ازدہام
وہ محفل وہاں بیگماتوں سے پُر — ہر یک ماہ رخسار ہمشکل حور

ہوا انکی کثرت سے یکسر حرم — نہ زیر فلک رشک باغ ارم
نہ عشرت سوا کچھ تھی گفت و شنید — شب و روز گویا تھے ایام عید
تھا طرفہ سماں راگ کا بھی وہاں — نہ دیکھی کسو نے یہہ محفل کہاں
ہزاروں زنس گائنیں رشک حور — دکھا اپنے دَوْمن پنے کا ظہور
عجب گا رہی تھیں اداؤں کے ساتھہ — ہر اک ساز تھا دل فریب انکے ہاتھہ
وہ طرفہ مزہ انکے گانیکا تھا — سماں منتخب یک زمانیکا تھا
وہ محفل تھی یک موج دریائے حسن — عجب راگ تھا اور تماشائے حسن
وہ باہر جمی بزم عشرت وہاں — فزوں اس سے حاصل تھی وحشت یہاں
اسی عالم میں ہر ماہ پیکر عجیب — لگی لانے محفل میں نقلیں غریب
کوئی جوگنی بن کے آئی ہی تب — کرشمے گئی ہی دکھا اپنے سب
کسو نے لیا روپ بہروپ کا — دکھایا نمونہ ہر یک روپ کا
ہی کوئی بیراگن اور کوئی بھاٹ — کسو نے کیا خود نمائی کا ٹھاٹ
کوئی مضحکہ بنکے کرسی پہ جا — چڑھا پاؤں پر پاؤں بیٹھا رہا
کوئی مولویوں کے اطوار سے — چلی آئی جبے و دستار سے
پہن جست تن میں کوئی یک قبا — لگا ہاتھہ داڑھی پہ بنی میرزا

کسو نے دکھا رام لچھمن کی ریت
لگی پڑھنے دوہے کبت اور گیت

ہوئی ہے کوئی اُس گھڑی نل فرد
ہوئی کوئی سچ مچ وہاں نل فرد

اڑے ہے قہقہے ڈھول چلنے لگی
صدا ہر چہل کی نکلنے لگی

بھرے تھے مزاحوں سے ہر ایک بول
وہ محفل سراسر تھی محو ٹھٹھول

عجب تھا تماشا سے بزم فرح
ہوئیں لوٹ پوٹ اُسنے سب بیطرح

اُس عالم میں پھر ہر کسو کی بنی
جو مفلوک تھیں ہو گئیں وے غنی

ہزاروں دُدا اور دائی وہاں
ہوئیں مست از خود نمائی وہاں

غرض وہ پری ناز و نعمت کے ساتھ
لگی پلنے ہر دم شفقت کے ساتھ

اس عالم کا اُسکے لکھوں کیا بیاں
دکھولی ہے سوسن نے اپنی زباں

جمال اور حسن اُسکا تھا بے نظیر
خداداد خوبی تھی آفاق گیر

کیا مہ کو اُسکے مکھڑے نے زرد
جگر ماہ کا ہو گیا اُس سے سرد

زبس ہر سکوں پہلے با عز و جاہ
پری خوبروئی کی اُس پر نگاہ

وہ طفلی کا عالم بدورِ قمر
ہویدا قیامت کی تھی یک سحر

وہ چہرہ عجب خورد سالی میں تھا
نہاں جلوۂ حسن لالی میں تھا

وہ نازک تنی اور منہہ کی دھمک
شفق میں نہاں آفتابِ فلک

سراپا

سراپا وہ پتلی تھی یک نور کی — عیاں مردمک دیدۂ حور کی

عجب اسکی طفلی کا انداز تھا — سحر پرورِ عالم ناز تھا

وہ کندن فریب اسکے چہرے کا رنگ — ہوا حوصلہ اس سے غنچوں کا تنگ

وہ گورا بدن اسکا با آب و تاب — گویا چشمۂ ماہ کا یک حباب

ہلال اسکی طفلی پہ قربان ہو — رہا مہر سر در گریبان ہو

گیا ہی چمن نونہالوں کو بھول — ہوئے ٹکڑے نازک تنی دیکھ پھول

غرض وہ پری شعلۂ لالہ زار — دکھانے لگی حسن کی یک بہار

اس عالم میں بھی محوِ خوبی تھی وہ — لطافت نزاکت میں ڈوبی تھی وہ

نہ عشوہ نہ غمزہ اسے یاد تھا — وہ خوبی کا جلوہ خدا داد تھا

نوادر اس عالم کی حرکات سب — نشان دلبری کے تھے یکذات سب

کواکب کے ویدے کبھو اشک سے — جلاتی تھی وہ آتش رشک سے

کدھی مسکرانے سے وہ زیر لب — شکر ریز کرتی تھی آفاق سب

خماری وہ آنکھوں میں چھائی ہوئی — پری چاندنی پر نہائی ہوئی

کبھو لب سے انگشت زچومنا — کدھی مثل گل مہد پر جھومنا

وہ لب ترکئے شیر سے اس نے جب — ہوئے خشک تر اس سے غنچوں کے لب

ملے لعل جب اُسکے پستان سے | گیا روٹھ لالہ گلستان سے

تکلم سے جب دم ہوئی ہمنفس | ہوا شاخ گل طوطیوں کا قفس

وہ والان میں جب خراماں ہوئی | خجل اُسّے آہو بصد جاں ہوئی

غرض اُسکی طفلی کا یہہ دَور تھا | نزاکت سے معمور ہر طور تھا

ہی طفلی کا عالم جوانی سے خوش | جوانی ہے سب زندگانی سے خوش

مثل ہے کہ ہے بدر نورِ کمال | ولیکن فزوں تر ہے قدرِ ہلال

کوئی کامراں ہو جوانی کے سن
پر آویں اُسے یاد طفلی کے دن

شدہ باغ از برآن خجستہ لقا بنا | خوشتر عمارت نے شہ والا بنا بنا

پلا ساقیا بادۂ گل سرشت | چمن دل کا ہو جس سے نقل بہشت

اگر می کے دینے میں تاخیر ہو | تو پھر کس طرح باغ تعمیر ہو

کیا شہ نے ترتیب باغ و زیب | کوئی خانہ و باغ رضوان قریب

زبس تھی عمارت وہ عالی نشاں | خجالت دہ گنبدِ کہکشاں

سراپا نہج اُسکی مرغوب تھی | لطافت میں یکسر خوش اسلوب تھی

وہ دیوار و در لاجوردی تمام | زرجد و مینا کا تھا اُس پہ کام

مقوس وہ محرابیں ابرو مثال — تھا محرابی جنکا فلک پر ہلال
وہ خوبی میں ہر طاقچہ طاق تھا — سما جوت کا انکے مشتاق تھا
وہ یاقوت کے کنگرے سو بسو — بسان لب مہوشاں خندہ رو
وہ بلور کا فرش ہم شکل برق — عمارت تھی اس بحر خوبی میں غرق
گئے مہر و مہ اپنے چشمے کو بھول — تھا ہر عالم نور کا واں نزول
سما تک جو پہنچی ہے اسکی جھلک — برنگ شفق بن گیا ہے فلک
جڑاؤ چھپر کھٹ وہ دالان میں — دھرا مہر ساں برج میزان میں
کھنچی چاندنی اسپہ با آب و تاب — جسے دیکھ آنکھوں میں آجاوے خواب
دھرے تخلیے ہر طرف رشک بدر — کواکب کی زایل ہوئی ان سے قدر
محل کی نوادر تھی یک اختراع — جھمکتے تھے تارے بدور شعاع
کھڑا اور یہ نمگیرہ بے نظیر — تھا عالم یہ اسکے فدا چرخ پیر
وہ پردے پڑے سو بسو زرنگار — رہے جس پہ صدقے ہزاروں بہار
وہ گل کاریاں اسپہ جھوٹے تھے — نئی طرز کے بیل و بوٹے تھے سب
چھتوں پر عیاں چشم بندی کا کام — نگاہیں جہاں ہو رہیں صید دام
مشجر وہ قالین زیر قدم — سراسر نمودار باغ ارم

تھا گلگشت کا وہاں کے عالم عجیب — بھرا کیفیت سے تھا ہر دم عجیب

لب نہر فرش عقیق یمن — ہوا جس سے افزود حسن چمن

وہ جوئیں کی نہریں گئیں چار سو — مسلسل وہ آب رواں مشک بو

مہ و مہر آکر اسی نہر میں — ہوئے عکس انداز ہر لہر میں

فلک نے جو کھایا کہیں اپنے تیک — ستارے ہوئے اسکے آنکھوں میں اشک

نکلنا وہ زیر خیابان ہوں — وہ سایہ بدور گلستان ہوں

وہ پانی کا ہر سمت بہنا وہاں — وہ حوضوں میں جا جا کے گرنا وہاں

کھڑے سرو آزاد تھے سو بسو — مقابل میں شمشاد کے روبرو

کہیں ناردن نے دکھائی بہار — وہ نارنگیوں کا کہیں شعلہ زار

لگے تاک پر خوشے انگور کے — ثریا تھے یا قمقمے نور کے

یہی اپنے عالم میں مغرور تھی — کھڑی اس لب نہر سے دور تھی

وہ مہکا ہوا مولسری سے باغ — معطر گلوں کا ہر سو دماغ

برستا تھا رعنائی کا سب یہ نور — خدا ہی کی قدرت کا تھا یک ظہور

لب نہر سے سر اٹھائے ہوئے — طراوت سے سب جوش کھائے ہوئے

ہنر تپہ کر باغبانوں نے حرف — دکھایا ہی ہر سو طلسم شگرف

وہ طرفہ درختوں میں سر تا قدم / ہوا ہی جو پیوند ہر یک قلم

برآمد ہوئیں شاخیں اقسام کی / انار و ہی سیب اور آم کی

پھلیں اور پھولیں گلستاں میں / ہوا ایسے لگیں جھکنے ہر آں میں

چمن کا ہوا اُس سے عالی دماغ / اکڑنے لگا اپنے عالم میں باغ

زبس کیفیت تھی یہ اشجار کی / لکھوں کیا حقیقت میں گلزار کی

وہ تختے گلوں کے بنے زیبدار / جدی اپنے عالم میں سب کی بہار

ہوئیں آتشیں اُسّے سب کیاریاں / بنی ہر روش کی طرح داریاں

چمن ہر نمط شعلۂ طور تھا / ہر اطراف خوشبو سے معمور تھا

لیا لالہ زاروں نے ساغر بدست / کیا ہی ہزاروں نے لاکھوں کو مست

وہ عالم عجب سنبلستاں کا / مشام اُسّے مشکیں گلستاں کا

چنبیلی تھی شبنم میں ڈوبی ہوئی / فزوں اُس سے گلشن کی خوبی ہوئی

گل اشرفی کے پرے زرفشاں / کھڑے جعفری کے ہر سو نشاں

کہیں ایسا سوسن نے دکھلایا روپ / تھی صدقے کہیں رنگ سوری پہ دھوپ

وہ شاخوں پہ شبّو بھری تھی کہیں / تماشے کو نرگس کھڑی تھی کہیں

شب افروز داؤدیوں کی بہار / کھلی چاندنی آسماں بے غبار

کہیں ارغواں مے سے مدہوش تھی | کہیں نسترن زعفراں پوش تھی

کہیں پھول پھولے وہ چو رنگ کے | کہیں گل شگفتہ وہ سو رنگ کے

کوئی مخملی تھا ز سر تا قدم | کوئی پھول پھر دیپ وش دمبدم

وہ منقش ایسا کوئی تار تار | کوئی سیم طلعت کوئی زرنگار

کہیں داغ تھا اور کہیں خال تھا | کوئی زرد تھا اور کوئی لال تھا

مطرز کوئی اور ملوں کوئی | سراپا وہ ہم شکل ناگن کوئی

وہ طاؤسی پھولوں نے کھول اپنے پر | دکھایا ہے قدرت کا نقش سپر

شگفتہ وہاں گل ہوئے جو کئی | پرند اس سے نکلے ہیں دلجو کئی

غرض جو نوادر تھے گلبن کہیں | وہ پہنچے برسم تحایف وہیں

وہ تحفے بنے اس سے انواع کے | نئی طرز کے اور ابداع کے

چمن ان کے شعلے سے دہکا ہے سب | عجب باغ خوشبو مہکا ہے سب

وہ پھولوں کی خوشبو گئی تا فلک | اٹھی قاف تا قاف یکسر مہک

صبا ہو خراماں بطرف چمن | دماغوں کو کرتی تھی رشک ختن

وہ شاخوں پہ بیٹھیں گلو نکے قریب | غزل خواں پھر چار سو عندلیب

وہ اوراق پھولوں کے دیوان عشق | چمن زار یکسر دبستان عشق

نوا سنج مرغانِ خوش رنگ سب | تھے کوکو کناں تیز آہنگ سب

عجب اُنکے نعروں کی انداز تھی | کہیں حق کہیں ہو کی آواز تھی

شکر ریز کبکوں کے خوش قہقہے | جگر سوز دُرّاج کے چہچہے

بٹیروں کے بیٹھے درختوں پہ جوق | پھریں قمریاں ڈال گردن میں طوق

وہ نہروں میں بگلے و مرغابیاں | وہ آبی پرندوں کی بے تابیاں

چمکنا وہ جگنو کا در جوفِ شب | وہ شب خیز مرغوں کے نغمے غضب

سُہانا چمن اور نوا در سماں | وہ کہنا پپیہے کا خوش پی کہاں

غرض تھا چمن سر بسر گل سرشت | جسے دیکھ یاد آوے باغِ بہشت

ہر یک سمت تھا مہوشوں کا ظہور | ہر یک اپنے عالم میں ہم شکل حور

وہ دائی کوئی اور ددائی کوئی | وہ آئی کوئی اور بائی کوئی

خواصیں تھیں اور لونڈیاں بیشمار | کوئی سرو قد اور کوئی گلعذار

کوئی مہر طلعت کوئی مہ پری | کوئی روح افزا کوئی شہ پری

کوئی خوبرو اور کوئی سرو ناز | کوئی ماہ رُخ اور کوئی جاں نواز

کوئی خوش ادا کوئی جادو نظر | کوئی دلربا کوئی بدرِ منیر

چمن اُنکے جلووں سے معمور تھا | ہر یک محل خلوت گہِ نور تھا

وہ جوبن کے عالم میں ہر آن سب
خرامش کناں در گلستاں سب

ہوا اُن سے افزوں مدارِ چمن
دوبالا ہوا اقتدارِ چمن

یہہ سب کچھ تھا جانِ پدر کے لیئے
خجستہ لقا سیم بر کے لیئے

وہ نوخیز بستانِ جاہ و جلال
عجب باغِ امید کی نونہال

لگی پلنے با ناز و نعمت وہاں
لگی بڑھنے ساعت بساعت وہاں

کئی فاضلوں نے پڑھایا کیا
اُسے علم و دانش سکھایا کیا

جہاں تک ہنر کی تھی درکار اُسے
کیا سب نے تعلیم یکبار اُسے

غرض تھوڑے ایام میں طاق ہو
رہی سب میں یکتائے آفاق ہو

تھی جوں خوبی حسن میں بے بدل
ہوئی اُس طرح علم میں بے مثل

نکل آئی اسکی عجب چال ڈھال
موافق تھا اس حسن کے سب کمال

ہنگامۂ شباب نہال وجود او
یاے طرب بمسند ناز و ادا نہاد

پلا جامِ بلّور میں ساقیا
مصفا مئی لعل گوں پُرضیا

جوانی کی بڑھ تر ہو جس سے اُمنگ
چڑھے حسن کا اپنے میزان پہ رنگ

کہاں پھر یہہ عالم کہاں پھر شباب
ہے دورِ فلک میں سدا انقلاب

کروں

کروں کیا بیانِ نوجوانی کا حال | ہوا ہی نمک ریزِ صبحِ جمال
وہ بارہ برس کا سن و سال تھا | کہ کانِ نمک اُس سے پامال تھا
اُس عالم میں وہ گوہرِ کانِ حسن | ملاحت فزا ہے نمکدانِ حسن
جوانی کے دے خوانِ نعمت کو زیب | ہوئی بانمک صد جراحت فریب
لکھوں حسن کیا خوانِ نمکیں کا | کہ دریا ہی یہہ جاہ و تمکین کا
وہ شورش فزا ہے رخِ صبحدم | نمک پرورِ مطبخِ صبحدم
ہو طوفاں گدازِ تنورِ فلک | لگی کرنے ہر قرص کو بے نمک
سراپا وہ رشکِ بہارِ شباب | تھی آتش وہ شعلہ زارِ شباب
جوانی کا عالم و قامت کا رنگ | وہ چہرے پہ صبحِ قیامت کا رنگ
کیا اسکے جلوے نے برپا نشور | رہا ہو کے سرگرم طوفانِ تنور
کرشمے ادا اور انداز سب | ہوئے سربسر فتنہ پرداز سب
کیا اسکے انوارِ تن نے غضب | کیا ہی ہر یک بانکپن نے غضب
وہ آفت کی چنگاری سچ مچھ بنی | شرر بار و آتش فگن کچھ بنی
وہ شوخی غرور اور طنازیاں | لگیں کرنے خانہ براندازیاں
حیا اور تغافل یک آہنگ ہو | رہے عشوہ سازی کے ہمرنگ ہو

غرض دل ربی کے جو آئین ہیں — خریدار نقد دل و دین ہیں

سبھی اس ستم گر کے سایہ تلے — تھے یک رنگ قدموں سے اسکے ملے

نظر شعلۂ حسن کردم بدم — قیامت لگی کھانے اسکی قسم

سراپا کا اسکے کروں کیا بیاں — کہ حیرت سے شق ہی قلم کی زباں

لئی جان زلفوں نے جسموں سے پیچ — دلوں پر پڑا ہی الجھنے سے پیچ

جبیں انک آئینہ تھا جلوہ گر — رخ دل ربی جس میں آوے نظر

وہ آنکھوں کا عالم تھا جادو فریب — تھا نظروں تلے جنکے صبر و شکیب

مژہ ہر دو جانب سے آئیں پلٹ — دیا ہی انھوں نے صفونکو الٹ

نگاہوں کی تنہا نہ کافر وشی — پھریں مردمک پہ مردم کشی

نہ خود بیں ہو کیوں بینی خوبی کے ساتھ — کھنچی انک شمشیر ہی اسکے ہاتھ

چھپی ابر میں دیکھ ابرو دھنک — رہا سر بسجدہ ہلال فلک

صفائی میں رخسار تھے جلوہ گر — کہ عکس صبا جس میں آوے نظر

وہ مستی کا عالم وہ گلبرگ تر — ترا عکس نیلم کا یاقوت پر

بیاض گلو مطلع صبحدم — قیامت سی ڈوری وہ گردن کی خم

زبس ساعد و بازو شانے تلے — تھے میزان الماس کے سب تلے

حنائی وہ کف اور حنائی وہ ہاتھ | نہو پنجہ کش آفتاب انکے ساتھ

گنے کوئی کیا انگلیوں کا کمال | کہ دس بدر ہیں جس میں اور دس ہلال

نہ سینہ وہ سرچشمۂ نور تھا | فروزندہ شعلۂ طور تھا

حقیقت نہ لکھ بحر شفاف کی | ہی کشتی کھڑی جسطرف ناف کی

ہو زانو کا تختہ جہاں آئینہ | کرے کام کیا پھر وہاں آئینہ

علم حسن کو دیکھ بالائے ساق | ہیں حیرت سے پار ہوا نہ رواق

قدم کی ہی نازکتری کا یہ حال | رخ گل پہ چلنے سے ہوتے ہیں لال

وہ آفت کا شعلہ سراپا وجود | کرے فتنۂ دہر جسکو سجود

وہ پوشاک و زیور بصد آب و تاب | نہ دیکھا ہو چشم فلک نے بخواب

نئے نت ہر یک روز شام و سحر | پہنتی تھی حلے وہ رشک قمر

وہ پوشاک و زیور اتارا ہوا | نہ پھر تن سے ملحق دوبارہ ہوا

سدا نت نئی شئی کی نوبت رہی | یہ پوشاک و زیور کی کثرت رہی

اتارے وہ پوشاک و زیور شگرف | اتارے وصدقے میں ہوتا تھا صرف

پدر نے اسی ناز و نعمت کے ساتھ
کیا پرورش اسکو حشمت کے ساتھ

طرفہ شبے کہ جادو دہند از رہ نیاز — سازِ طرب بمحفلِ دولت سرا نہاد

وہ صہبائے عشرت پلا ساقیا — منور ہو جس سے طرب کا دیا

عجب شاہدِ باغ گل پوش ہے — صبا بھی یہاں مے سے مدہوش ہے

یہ سن لیجئے گوش دل سے ذرا — کہ طرفہ کسی شب کا ہے ماجرا

سرِ شام سیرِ چمن سے ہو شاد — پھری ہے خجستہ لقا با مراد

دُہیں ارغوانی وہ جوڑا اتار — سرِ طاق رکھے سب زمرد کے ہار

پہن ایک کُرتی برنگ حباب — وہ انگیا بھی ہم شعلۂ ماہتاب

کوئی باندھ سر سے وہ نازک رومال — وہ پیشواز کے بدلے اوڑھا ایک شال

ہوا آمادہ خواب اُس آن میں — چلی آئی حجرے سے دالان میں

مرصع کی کرسی پہ بیٹھی ہے جا — اُس عالم کی اُسکے لکھوں کیا ادا

وہ تکیے پہ کرسی کے رکھے ایک ہاتھ — کیا اُسکو برپا زنخدان کے ساتھ

دکھا تمکنت اور کچھ بانکپن — چڑھائی ہوئی تھی وہ سب تن بدن

وہ ہر حال میں سب کی محبوب تھی — ہر یک چال ڈھال اُسکی مرغوب تھی

لکھوں کیا میں دستِ نگارین کا حال — سدا خونِ عاشق تھا جس پر حلال

وہ چہرے کے مایل بصد آب و تاب — تھا خوبی میں ہم پنجۂ آفتاب

کف دست زیر ذقن بے بدل — دھرا ہاتھ پر گوے حسن ازل

ہوئیں انگلیاں خم جو رخسار پر — گل مہر تھا شاخ گلزار پر

وہ انگشت گلگوں وہ لب خندہ پاک — پڑا دامن صبح میں اس سے چاک

وہ مشکل پسند اسکا تھا حسن کل — گئے عقدے ناخن سے پھول کھل

پڑی ایک خنصر میں انگشتری — حقیقت میں تھی خاتم دلبری

تھی غایب ہر یک دست بازی وہاں — خزانیدہ سنیر ونکے تھے دل جہاں

غضب تھا کہ دیکھا اسے کس نے پھر — طمانچہ اجل کا لگا اسکے سر

علم تھا وہ خوبی میں چہرہ غضب — ہوا دست قدرت سے بالا عجب

وہ کرسی پہ بیٹھی تھی اس آن سے — کہ کرسی فدا اس پہ تھی جان سے

ہوا اس سے کرسی کا رتبہ علا — پڑا سایۂ عرش کرسی پہ آ

وہ شال اسکے قامت پہ تھی چار باغ — گویا بہشت روضے کو تھا اسکا داغ

کنارے وہ لٹکے ہوئے چار سو — چمن کو لگے کرنے بے آبرو

گلستاں گویا وہ یک جان تھی — ویا خود وجود گلستان تھی

کہ کثرت سے وحدت میں ہو جائے گیر — ہوا ایک گلدستۂ بے نظیر

خواصیں وہ گرد اسکے سب جانواز — تھیں عہدے پہ قایم بصد امتیاز

گھڑی کوئی لے ہاتھ میں مورچھل — چنگیر اور کوئی پاندان بے بدل

سوا اُنکے باقی ادا ونکے ساتھ — کھڑیں دور آداب سے جوڑ ہاتھ

جواہر کے مونڈھے دھرے چار سو — وہ بیٹھی ہوئیں اُسپہ باآبرو

نمایاں وہ ہم صحبتوں میں تھی یوں — ہو مہتاب پروین کے حلقے میں جوں

نہ پوچھ اُس گھڑی کا تو مجھ سے سماں — تھا یک عالم نور جلوہ کناں

دھرے شمعدان ہر طرف نور بار — لگیں موم کی بتیاں چار چار

درخشاں وہ منقش کے آئینہ گل — جواہر و موتی کے اوپر سے کل

وہ صحن اُس سے یک عالم نور تھا — تجلی سے ہر سمت معمور تھا

زبس عالم حسن گیتی فروز — نگاہوں کا عالم سدا برق سوز

چراغوں کی تھی آنکھ اُس پر لگی — وہی باندھ ہر شمع نے ٹکٹکی

وہ شعلے کا دیکھ اُس کے ہنگامہ گرم — جگر موم کا ہو گیا اُس سے نرم

گئے بھول پروانے عشق کہن — لگے دیکھنے اُس کا شیریں دہن

نہ فانوس مینا کا ہوتا حجاب — تو ہوتے عدم شعلۂ التہاب

لگے نور خیز آئینے چار سو — نمایاں ہر یک میں وہی موبمو

وہ یکسر تصاویر دیوار و در — لگے حسن پر اُسکے کرنے نظر

وہ نرگس کے دستے زبالا طاق | تھے سرگرم نظارۂ اشتیاق
عجب سب کے آنکھوں کی پتلی تھی وہ | اُس عالم میں دل بر ہر یک کی تھی وہ
ہوئی واردات اُس گھڑی یک عجیب | کہ یک طایفہ در پر آیا غریب
غریب الوطن سب پری زاد تھیں | فن موسیقی میں یہ استاد تھیں
زبس حسن تھا اُنکا رشک چمن | خجالت دہ آہوان ختن
پری اُنمیں تھی ایک نازک خرام | عیاں جادوے ہند تھا اُسکا نام
سراپا وہ دانش بھری باکمال | نہایت حسین اور صاحب جمال
وہ قد اُسکا نخل گلستان حسن | دو زلف سیہ سنبلستان حسن
نزاکت کی اُسکے عجب آن تھی | وہ کافر بلاے مسلمان تھی
زبس فتنہ پرواز وہ دل ربا | بھری ناز و غمزے سے سرتا بپا
غرض عالم حسن جادو فریب | لکھوں کیا میں پوشاک کی اُسکے زیب
وہ پیشوازا بھری ہوئی جھلگلی | وہ انگیا و کرتی تھی جگنو لگی
وہ یک تاش کی اوڑھنی بے بدل | پری سر سے یکبار کاندھے پہ ڈھل
کھڑی در پہ وہ جوں مہ نیم شب | وہ ہونٹوں کی مستی وہ کاجل غضب
غرض اُنکو دربان نے روکا آن | کہ ہو کون اور ہے ارادہ کہاں

دیا نائکا نے جواب اُسکو فاش ۔۔۔ ہی گانے پہ تابت ہماری معاش

حمیدہ تر اس شاہ زادیکی خو ۔۔۔ صبا سے سُن اسکی سخاوت نکی بو

یہاں ہند سے لائی ہی آب و خورد ۔۔۔ حقیقت یہہ سُن صاف بے میل و گرد

گئی عرض بیگی نے وہاں عرض جا ۔۔۔ یہہ سُن ہو کے مشتاق وہ دلربا

نزاکت سے کہنے لگی جائیے ۔۔۔ بہت خوب و بہتر ہی بلوائیے

یہہ سُن یک خواص اُسکھڑی دَوڑ کر ۔۔۔ گئی خندہ رو ہو بُلانے اُدھر

وہ آنے لگی دل ربا اسطرح ۔۔۔ چمن سیر ہووے صبا جسطرح

ادا سے قدم کو بڑھاتی ہوئی ۔۔۔ نزاکت شانت دکھاتی ہوئی

لچک اور مٹک کی نوادر وہ چال ۔۔۔ وہ گھنگھرو کی جھنکار کر بولتا تال

جہاں تھی خجستہ لقا سب وہاں ۔۔۔ چلی آئیں یکبار جلوہ کناں

نظر جب پڑی ہی وہ ماہ فلک ۔۔۔ وہ خورشید ساں دیکھہ اُسکی جھلک

وہیں سب نے دلمیں کہا واہ جی ۔۔۔ نوادر ہی یہہ حسن اللہ جی

غرض آ قریب اُسکے با احتشام ۔۔۔ رہُر قاعدے سے بجالا سلام

دُعا دی سبھوں نے بصد آب و تاب ۔۔۔ کہ قایم رہے حسن کا آفتاب

خجستہ لقا ماہ انجم فروز ۔۔۔ قیامت شکن فتنۂ نیم روز

نظر کر طرف انکے اور مسکرا — اشارے سے بولی کہ بیٹھو ذرا

پھر اس بعد کر لب کو شکّر شکن — لگی کہنے اب ہے سماع میں

یہہ سن ساز کر اپنا یکسر درست — لگی ہیں وے گانے ہو چالاک و چست

ملے سر طنبوروں کے مرچنگ سے — اچھلنے لگی تھاپ مردنگ سے

گئی بین کی تب صدا عرش تک — لگے بادساں جھکنے تارِ فلک

لگیں گانے تیّہ اسی آن میں — پڑی جان گویا ہر یک تان میں

وہ آواز تھی انکی جادو پرست — عجب گٹکری بن گئی حال مست

لیا ہے ہر آلاپ نے دلکو چھین — زبس تھی ادا میر محفل نشین

سماں راگ کا بن گیا بے بہا — ہوئی قید عالم میں اپنے ہوا

غرض انکے گانے سے دیوار و در — ہوئے مست و مدہوش اور بیخبر

وہ حسن بلا خیز اور وہ سماں — حقیقت عجب بن گئی ہے وہاں

اٹھی ہر طرف سے صدا واہ کی — دو بالا ہوئی قدر اس چاہ کی

بس اس جادوئے ہند سے وہ سماں — خجستہ لقا ہو گئی شادماں

نہ پوچھو اس دل دوست کی تو عطا — یہہ بحر کرم تھا وہ کان سخا

ہوئی جادوئے ہند تک کامیاب — وہ بخشش تھی بیحد دہش بے حساب

اسی پہلی سب از جا ہر دو در
ہوئی بحر ساں انکی آغوش پر

پھر اس بعد یکسر سے دل لگی
ملی انکو بے قید پروانگی

لگیں آنے اپنے وے دستور پر
شب و روز اوقات مامور پر

زبس تھی جہاں دیدہ وہ رشک حور
ہر اک فن بنا اس سے پایا ظہور

طبیعت ذکاوت میں چالاک و چست
حکایات و امثال تھے سب درست

سراپا وہ کافر ادا شوخ و شنگ
تھی غارت گر ہند و ملک فرنگ

کچھ یک تھی شریر اور کچھ رند تھی
حقیقت میں وہ جادوے ہند تھی

کمال ہنر سب دکھا کر ملا
کیا اس نے اس ماہ کو مبتلا

غرض رفتہ رفتہ جو صحبت ہوئی
وہ صحبت کے ہوتے محبت ہوئی

بتدریج آخر وہ نازک خرام
ہوئی تھی محل میں مدار المہام

ملا تھی وہاں حسب اخلاص اسے
کئی دن میں یک رتبہ خاص اسے

خجستہ لقا کو پھر اسکے سوا
تھا آرام اور خواب و خور ناروا

اسی باغ میں تب قریب محل
دیا اسکو بنگلہ بنا بے بدل

زیبا سحر گہے کہ خجستہ لقا درو
گامے براہ عشق بکوئے بلا نہاد

ہم جاں ز تابِ رخِ ہمایوں مزاج سوخت
ہم دل ز روے آتشِ مہر و وفا نہاد

چمن سے کوئی جام لا نرگسی
پلا اُس میں ساقی وہ مے پھول سی

کھلے جس کے پینے سے رازِ نہاں
ظہور اپنا دکھلاوے کارِ جہاں

کہاں کا چمن اور کہاں کی بہار
جوانی کا عالم ہے بے اعتبار

لکھوں یک سحر کی عجب واردات
کہ ہے زیرِ گردوں اچنبھے سی بات

اُٹھی صبحدم خواب سے وہ نگار
کہا جا کے دیکھوں چمن کی بہار

وہیں ہاتھ منہہ دھو بصد آب و تاب
پہن کوئی پوشاک و زیور شتاب

خراماں محل سے ہوئی اُس آن میں
چلی سیر کرنے گلستان میں

قضارا وہ ایامِ نوروز تھے
گل اندر چمن جلوہ افروز تھے

مُعطّر وہ گلشن بہ نقشِ بدیع
وہ پھولوں کا عالم بفصلِ ربیع

سُہانا چمن ابر چھایا ہوا
وہ دہکا ہوا لہلہایا ہوا

وہ تختے بنے گل کے پر کیفیت
وہ ہر کیاریوں کی نئی یک صفت

کہوں وہ قدرت کی نیرنگ سے
تھے گلگشت پر زیب ہر رنگ سے

صبا کا ہر یک سمت رُکنا رہاں
وہ شاخوں سے پھولوں کا جھکنا وہاں

وہ مرغانِ خوش رنگ کے چہچہے
وہ غنچوں کے لب پر عیاں قہقہے

وہ بلبل کی ہر سو نوا در صدا ۔ وہ مستی میں گلشن پہ ہونا فدا

وہ بھونروں کا پھرنا گلستاں میں ۔ وہ لہرانا پانی کا ہر آن میں

وہ میوؤں کا ہر شاخ پر جھومنا ۔ نشے میں وہ فرشِ زمیں چومنا

وہ مہکا ہر یک سمت پھولوں سے باغ ۔ شمال و صبا کا معطر دماغ

وہ خوشبو کا جانا بہت دور دور ۔ ہوا روح پرور چمن پُر سرور

اُس عالم میں اُس دم خجستہ لقا ۔ لگی کرنے سیرِ چمن برملا

نہ پوچھ اُس کی قامت کی خوبی وہاں ۔ تھا یک عالمِ نور جلوہ کناں

عجب حسن تھا اُس کا پُر اقتدار ۔ فدا جس کے نقشِ قدم پر بہار

جوانی کا عالم نشے کے ترنگ ۔ وہ چہرے پہ صبحِ قیامت کا رنگ

وہ بوٹا سا قد نخلِ باغِ بہشت ۔ وہ مخموری آنکھوں کی جادو سرشت

وہ گورا بدن اُس کا دہکا ہوا ۔ وہ زلفیں چمن اُس سے مہکا ہوا

اکڑنا وہ جوبن میں اپنے وہاں ۔ وہ انگڑائیوں کا نوادر سماں

نظارے کے عالم میں جھکنا کہیں ۔ ہوا دیکھ یکبار رکنا کہیں

وہ قامت کی خوبی نزاکت کی چال ۔ کمر کی لچک شاخِ گل کی مثال

وہ جوبن کا عالم خرامش کی شان ۔ رہے مطلعِ مہر کا جس پہ دھیان

وہ زیور وہ ملبوس کی یک جھلک ۔ پھرے برق دامن سدا جسکا تک
رگ گل سے پوشاک تھی دوختہ ۔ بہار اُس سے زینت پہ تھا افروختہ
وہ پشواز موتی کی سنجاف دار ۔ سحر ہووے عالم پہ جسکے نثار
وہ خوبی میں انگیا و کرتی شگرف ۔ تھے غنچوں کے دل واں ازکت میں صرف
نہ باندھا اوڑھنی سے تو تارِ قیاس ۔ دل پنبہ مہر ہی واں کپاس
وہ ہونٹوں کی مسّی قیامت کی تھی ۔ وہ کاجل کا عالم بلا سے عجب
نوادر تر اس مانگ کی اختراع ۔ شب آخریں میں سحر کی شعاع
کرن پھول اور بالیونکے وہ دُر ۔ تھا صبح بناگوش تاروں سے پر
وہ دلترا اک بگرد گلو ۔ نہ یہہ دور دیکھا فلک نے کبھو
وہ موتی کی مالا و جہد نکا آب ۔ ستارونکے تھا برج میں ماہتاب
وہ ہیکل تھی پر ہفت ہیکل سی تھی ۔ بندھی جو کری پر وہ ہیکل سی تھی
وہ موتی کے لچھے جو الجھے ہیں گل ۔ دلونکے گئے پیچ سب اس سے کھل
عجب دھگدھگی کا وہ عالم تھا کچھ ۔ پڑا رگِ گل میں وہ شبنم تھا گچھ
کیا حسن کے چرخ پر اسکا دست ۔ پڑی ہی جو تاروں میں یکسر شکست
ہوئی پہنچی اسکی جو لٹکے وہاں ۔ یہہ بھید ہونگی جو آئے یہاں

لیا ہفت تاروں نے بازو کو تھام — یہ غلطی سے ہے نورتن کا یہ نام

وہ ہاتھوں کے چھلے جو دل لے گئے — کئی ماہ گذرے وہ چلے گئے

مرصع کے یاد نہیں دو پائے زیب — چمن جسکے انوار سے پائے زیب

وہ گھنگھروکی آواز اس آن میں — تھی پھیلی ہوئی سب گلستان میں

پڑا عکس اسکا جو سوئے چمن — دوبالا ہوئی آبروئے چمن

عجب اسکے شعلے سے دہکا ہی باغ — معطر ہو یکبار مہکا ہی باغ

وہ نکہت بھرا عطر پرور وجود — کیا بو پہ گلشن نے اسکے سجود

بہار اسکے جلوے سے بیہوش تھی — صبا بھی وہاں مست مدہوش تھی

گل و غنچہ مستی سے کھاتے تھے جوش — اٹھی عندلیبونکے دل سے خروش

نگہ نیم مست اسکی پہنچی جدھر — جھکی شاخ مستانہ وش ہو ادھر

پیا جام لالہ نے مدہوش ہو — رہی ارغوان خود فراموش ہو

کیا یاسمیں نے گریباں چاک — گئی نسترن لوٹ بر روے خاک

وہ شاخوں پہ سوسن تھی بیجان سی — کھڑی تھی یہ نرگس بہ حیران سی

غرض تھا وہ طرفہ یک عالم وہاں — تھا باغ اس سے مخمور ہر دم وہاں

خراماں ہوئی ہے وہ مہوش جدھر — گرے پھول مستانہ وش ہو ادھر

غرض ہر کہیں سیر کرتی ہوئی
چلی آئی ہر سمت پھرتی ہوئی

قضارا نظر اُسکی اُس آن میں
پڑی ہے کسی ایک خیابان میں

عجب اُس نے دیکھا ہے اُس جا سماں
کہ ہے جا و بیٹے ہند بیٹھی وہاں

کوئی پارچہ خط کا ہے اُسکے ہاتھ
لگائی ہوئی دھیان ہے اُسکے ساتھ

ہے محو اُس تماشے میں اُسکی نظر
بر آمد سے اُس مہ کے ہے بے خبر

یہہ دیکھہ اُس گھڑی محل دلبستگی
خجستہ لقا با صد آہستگی

قضا پر وہیں اُسکے پہنچی ہے جا
کہ دیکھوں یہہ ہے بو العجب ماجرا

ہے کس شی پہ موقوف اُسکا خیال
کہ بیٹھی ہے اُس طور سے مست حال

غرض اُس دل آرام کو ناگہاں
قضا اور قدر لینکے آئی وہاں

قریب اُسکے جب آئی یہہ رشک ماہ
پڑی ایک تصویر پر جا نگاہ

عجب روے کاغذ پہ صورت پذیر
تھا نقش کسی مہر کا بے نظیر

زہے حسن نور سر افروختہ
قمر اُسکے شعلے سے تھا سوختہ

عیاں اُسکی صورت میں معنی کا نور
لکھا جیسے کاغذ پہ تھا نقش نور

دیا لکھ دبیر ازل نے قلم
گئی حسن کی ایک آیت رقم

وہ تشبیہ تھی ایک دل آرام کی
کسی نوجوان گل اندام کی

خجل اسّے تھے بریاض سپہر — ہلال و مہ و مشتری بدر و مہر

ملک یا وہ ہم شکل غلمان تھا — کہ جس پر دل حور قربان تھا

بیاض جبیں لوح عنوان حسن — ہوا جس سے تضمین دیوان حسن

بجائے سیاہی تن ماہ بیس — ہوا مہر اس خد کا دفتر نویس

نہ بینی کی خوبی ہوئی جب رقم — رکھا صفحۂ رخ پہ اس نے قلم

نہ آنکھیں کہ از خامۂ اوستاد — ہیں سرنامۂ حسن پر ہر دو صاد

نگاہوںکی جب آگئی گفتگو — ہوئی ثبت وھاں آیت فاقتلو

دو جانب کھنچی جدولونکی لکیر — ہوئے عالم زلف صورت پذیر

دیا مدّ ابرونے آیت کو زیب — تھے زیر و زبر ہر مژہ دل فریب

ہوا کلک قدرت کہیں زرفشاں — ہیں خال اس سیاہی کے قایم نشاں

وہ نازک پہ نک تاج باآب و تاب — کہ صدقے ہو جس پر دل آفتاب

قباپوش وہ سرو قامت تمام — قیامت کا سائے میں اسکے قیام

غرض دیکھ وہ صورت دلربا — بصد دل فدا ہو خجستہ لقا

گری خاک پر زخم کھا عشق کا — ز بس تیر کاری لگا عشق کا

وہ حسن و لطافت گئی اپنی بھول — نزاکت کی ڈالی سے ٹوٹا ہی پھول

زبس بے طرح اُسکو غش آ گئی | محبت کے شعلے سے مُرجھا گئی

وہ آہٹ کہیں کان میں جا پڑی | اُٹھی جادو ئے ہند چونک اُسگھڑی

تو کیا دیکھے آفت کا طوفان ہے | قضا اور قدر کا یہہ سامان ہے

ہو مست ازمی بیخودی بر ملا | پڑی خاک پر ہی خجستہ لقا

نہ تن کی نہ کچھ جانکی سدھ اُسے | رہی ہے نہ اُس آن کی بُدھ اُسے

وہیں پیٹ سر کہہ اُٹھی اے غضب | کہاں سے یہہ آئی قیامت کی شب

نوادر یہہ تقدیر کی چاہ ہے | عجب ماجرا قدرت اللہ ہے

نہ واقف تھی میں آ گئی یہہ کہاں | بلا سر پہ ٹوٹی مگر ناگہاں

یہاں دھیان تھا مجھکو تصویر کا | ہوا کھیل پر اور تقدیر کا

نہ میں نے یہہ صورت دکھائی اُسے | مقدر یہاں کھینچ لائی اُسے

اگر جانتی میں یہہ راز نہاں | تو کرتی نہ تصویر پرزے یہاں

عجب بات یہہ ہاتھ سے جا چکی | قضا اپنا سامان سب لا چکی

غرض کچھ نہ بن آئی تو لا شتاب | وہیں اُسکے چہرے پہ چھڑکا گلاب

کھلی آنکھیں پر تھی وہ بیجان سی | عجب نرگس آسا تھی حیران سی

اُٹھی خاک سے پر وہ حالت تھی کچھ | وہ افسردگی اور ملالت تھی کچھ

گھڑی رہ گئی ہے یہ گرتی ہوئی | دم سرد سینے سے بھرتی ہوئی
نہ چہرے پہ اسکے نمایاں وہ تاب | وہ بریاں جگر اور دل تھا کباب
وہ مکھڑے پہ جوں خواری عشق کی | نشانی تھی بیماری عشق کی
غضب تھا اُس عالم میں غم کا اُٹھا | وہ تازے سے تھے زخم اور نئی تھی شگار
وہ سینہ رہ چھپتا تھا کچھ غم سے وہاں | نکلتی تھی کچھ آہ بھی دم سے وہاں
یہ دیکھ اسکا تب جادو ہند حال | لگی کہنے دل میں کہ یا ذو الجلال
یہ پورا کیا عشق نے اسکا کام | غلط زیست اُسکی ہے ایک فکر خام
یہ بیماری عشق سے کیوں جیئے | کہ بیٹھی ہے مذبوح ساں جی دیئے
نہ لا عشق کی پہلے کچھ لب پہ بات | لگی پوچھنے اُسسے وہ واردات
میں صدقے ترے اے مہ چاردہ | یہ غش آگیا آپکو کس وجہ
مگر کچھ لگی لو کہیں دھوپ کی | کہ بیہوشی ہے اور ہے روپ کی
نہ کی بات از بس ہو جاں باختہ | پڑھی ہے یہ بیت اُسنے بے ساختہ
میپرس از من این واردات عجیب | کہ واقف ز بیمار باشد طبیب
یہ سن جادو ہند خاموش ہوئی | رہی ہے تحیر سے ہمہ دوش ہو
گھڑی ایک چپ ہو خجستہ لقا | پھر اُس ماہ کو پاس اپنے بٹھا

تأسف سے رلا وے ہیں آہ سرد
لگی پوچھنے اُس سے با سوز و درد

کہ ای خاص مونس مرے جان کی
قسم تجھکو حضرت سلیمان کی

یہہ عقدہ مرے دل کا اب کھول تو
برائے خدا حال کچھہ بول تو

یہہ کس مہر خاور کی تصویر ہی
یہہ کس مصحف رخ کی تفسیر ہی

یہہ ہی سرو کس گلشن جان کا
یہہ شمشاد ہی کس گلستان کا

کیا اس صنم نے تو کافر مجھے
کیا قتل یکبار ظاہر مجھے

میں اس بت کے صدقے بصد جان ہوں
رخ پاک پر اُسکے قربان ہوں

یہہ ہی کون اور اسکا کیا نام ہی
کہ غارت گر صبر و آرام ہی

نشانی رکہہ اُس مہ کے اقلیم کی
کہ نوبت ہی اب جان کے تسلیم کی

مرے مصر دل کا ہوا یہہ عزیز
ہوئی یک نگہہ سے میں اسکی کنیز

برائے خدا کھول اب درج لب
یہہ چشم مروت کی ہی جا اب

یہہ سن جادوئے ہند تقریر عشق
عیاں کارگر دیکھہ یہہ تیر عشق

کچھہ یک خوف کھا اور کچھہ رحم لا
کہا دل میں ہی عشق بھی یک بلا

اگر جان پر اسکے آوے گزند
نہ تدبیر پھر ہووے کچھہ سودمند

یہاں عقل و دانش کا یارا نہیں
بجز راستی کچھہ ہی چارا نہیں

یہہ بہتر ہی کہہ اُس صنم کا ہی حال — رہو نگی تسلی دے اسکو سنبہال
صبوری یہہ اسکا تو جاوے دہیان — تو آفت سے کہو یک بچے اسکی جان
یہہ ٹہہرا لگی کہنے تب وہ نگار — یہہ احوال سن لیجیے آشکار
کہ ہی ہند میں شہر یک بے نظیر — وہاں کا ہی یک شاہ آفاق گیر
جہاندار مشہور نام اسکا ہی — سدا عدل و انصاف کام اسکا ہی
پسر ہی یہہ اُس صاحب تخت کا — خلف بادشاہ جواں بخت کا
ہی نام اُس صنم کا ہمایوں مزاج — فقط ہی یہی وارث تخت و تاج
یہہ تصویر اُسکی لگی میرے ہاتھ — نشانی سمجھہ ہند کی دل کے ساتھ
اُسے دیکھتی تھی میں اس آن میں — یہہ بازی سی تھی کچھہ خیالات میں
نہ جانوں تجھے کون لایا یہاں — تعجب تو کہاں اور ہی وہ کہاں
یہہ احوال سن اُسکا اور کھول کان — کہیں اپنا بیجا لگا مت تو دہیان
نہ نسبت پری کو ہی انسان سے — کہ ضد ہی بشر اور پری جان سے
صنم وہ پری زاد ہوتا اگر — تو لاتی اُڑا میں اُسے تیرے گھر
تجھے وصل سے اُسکے کرتی میں شاد — برآتی تیرے دلکی اُسسے مراد
مگر وں کہا وہ انسان تو ہی پری — تو ہی مہتاباں وہ ہی مشتری

یہہ وسواس بیجا ہیں کر دور اب — حیا سے نہ زردہ ہو کے مہجور اب

کنواری ہی تو اے صنم وائے وائے — دریغ عشق کا نام گر منہہ پہ لائے

تجھے کیا ہی طلب کہیں عشق سے — رہے ہو کے جو ہم قرین عشق سے

نہ کھو اس طرح سے تو ناموس و ننگ — عبث کیوں لگاوے ہی سب کو کلنگ

یہہ کہہ چپ ہوئی ہی وہ جادو ہند — زبس منہہ لگائی ہوئی تھی وہ رند

نہ رکھہ پاس خاطر کچھہ اُس نے ذرا — جو آیا ہی منہہ پر وہیں کہہ دیا

مثل دو منی کی ہی یہہ حسب حال — سدا منہہ لگائی ہوئی گاوے تال

یہہ سن بات دل سوز کھا پیچ و تاب — نہ دے شرمساری سے اُسکو جواب

خجستہ لقا اُٹھہ ملالت زدہ — گئی ہی محل میں ہو حالت زدہ

یہاں دلمیں کچھہ داغ کچھہ جی میں یاس — زبس زیست سے تھی وہ اپنی اداس

یہہ حسن اور نازک مزاجی غضب — جوانی میں یہہ داغ کھایا عجب

عیان عشق نے اپنے پھیلائے رنگ — وہ مرجھا گئی پھول سی بے درنگ

حیا عشق میں آ پڑی لاگ ڈانٹ — خرد نے وہاں اپنا بدلا ہی کھانٹ

زبس جوش الفت سے دل خون ہو — لگا بہنے تب اشک گلگون ہو

خواصوں سے ظاہر نہ کر اپنا راز — غم عشق کھاتی تھی وہ سرو ناز

محبت عیاں دل میں دلدار کی ۔ بصد جاں تمنائی دیدار کی
بہانے سے کر باب حجرے کا بند ۔ وہیں بیٹھنا اسکو ہو دردمند
اشکوں سے دھونا سدا داغ دل ۔ کہ سیراب زخموں سے تھا باغ دل
خیال اس طرح سب کو سوتی تھی وہ ۔ نہ یہ راز ظاہر کہ روتی ہے وہ
غرض خوب رو رو کے بیتاب ہو ۔ پھر یکبار سب اشک خوناب دھو
نکل آنا حجرے سے باہر وہیں ۔ کہ تا راز دل ہو نہ ظاہر کہیں
تکلف سے لیکر قدیم اپنی ریت ۔ وہ مل بیٹھنا سب سے کر بات چیت
وہ رکھنا وہاں اپنے قایم حواس ۔ وہ ظاہر سرور اور باطن اداس
وہ موج تبسم سے لب خندہ ناک ۔ دلے زخم کاری سے دل چاک چاک
نہ آنا ریکدم وہ راحت کے تھے ۔ نمک ریز لب اس جراحت کے تھے
زبس اسکا تنہائی پر دھیان تھا ۔ وہ چپ بیٹھنا خوش ہر یک آن تھا
سدا ہمنشینوں سے تھی وہ خفا ۔ وہ مل بیٹھنا اس پہ تھا قہر سا
سدا رنج و محنت سے الفت اسے ۔ سوا اسکے ہر یک سے نفرت اسے
تفرج کا رکھنا نام جا سوے باغ ۔ دکھانا وہ لالہ کو سینے کے داغ
درختوں کے جا اوت رونا وہاں ۔ محبت کے نت تخم بونا وہاں

وہ کہنا بنفشہ سے جا راز دل		وہ بلبل سے ہونا ہم آواز دل
دلوں کے وہ پھولوں کو دکھلانا چاک		پھپھولے دکھانا بانگو رّناک
نہالوں کے قامت پہ اسکی نظر		ولے دل میں قد یار کا جلوہ گر
وہ نرگس کو دیکھ اشک دھو ڈالنا		غضب تھا کسو کا اسے بھالنا
یہی دل میں کہوں دن کٹے با الم		کہ دیکھوں میں یکبارگی شام غم
یہ اندوہ غیروں کا ٹل جاوے کچھ		یہ دھوکا جگر سے نکل جاوے کچھ
غرض شب کی عاشق کو درکار ہی		کہ شب مونس فرقت یار ہی
جو آئی کہیں شب تو سب سو گئیں		ہم آغوش راحت سبھی ہو گئیں
وہ بیٹھی ہوئی شمع ساں تا سحر		سرشکوں سے کرتی تھی رخسار تر
ہو شعلے سے غم کے جگر سوختہ		تھی جوں موم تن سینہ افروختہ
دل اس ہجر سے اسکا بےتاب تھا		حرام اسپہ راحت تھی اور خواب تھا
وہ اشک اسکے تا صبحدم ہم کنار		فراق رخ دلربا غمگسار
وہ ہمراز دل شمع تا سحرگاہ		عجب مونس شب وہ بخت سیاہ
چراغوں کا تھا سوختہ اسپہ دل		ولے اشک ریزی میں اسسے خجل
طپش دیکھ آہوں کی وہ سربلند		پتنگے کا دل سوز سے دردمند

تصاویر دیوار و در کے تمام
غم و درد سے اُسکے روتے تھے جام

وہ تازے عجب اُسکے سینے کے داغ
تھا سیراب گویا محبت کا باغ

وہ تصویر یار کی کر نظر
خطاب اُسسے کرتی تھی یوں تا سحر

اے غارتِ گر صبر و آرام جاں
انیسِ دل و مونسِ ناتواں

کیا تو نے غارت مرا دین و دل
ہو سنگ دل ایک دم مجھ سے مل

ذرا ساتھ بیٹھ اور ہم دوش ہو
بغل کھول مجھ سے ہم آغوش ہو

ترے روٹھنے سے گیا روتھ تاب
جدائی کا تیری ہو خانہ خراب

کہاں تک تو روٹھا کرے مجھ سے یار
ذرا بات سن چھوڑ غصے کا تال

کہاں تک تیری کج نگاہی سہوں
ترے سامھنے غم سے روتی رہوں

تنک یک اپنے جذبے کو آخر سنبھال
یہہ کس سوت نے تجھکو سکھلائی چال

ذرا ظالم اب مجھ سے ہنس بول تو
تبسم تکلم سے لب کھول تو

خفا مجھ سے مت ہو تو اے بیوفا
کہ جیسے ہوں اپنے آخر خفا

یہہ شیوہ کہیں دلبروں کا نہیں
کہ مل بیٹھتے ہیں سبھی ہر کہیں

اے نا آشنا شب گئی سب گذر
بھلا ساتھ اب سو رہیں تک سحر

یہہ سونا پڑا ہے یہاں اب پلنگ
تجھے کیوں ذرا لیٹنے سے ہے ننگ

اگر تو خفا ہے تو منہہ کر ادھر — میں سو جاؤنگی ساتھ تیرے ادھر
میں تنہا پھر کہت یہ گر سو رہی — تو دل میں خفا ہو کہے تو یہی
کہ بیٹھا ہوں میں سو رہی پہر وہاں — گرانی کی برداشت مجھکو کہاں
عجب طرز کا تو جفا کار ہی — مرے پاوں پڑنے سے بیزار ہے
میں ہو جاونگی گر ترے پر خفا — کریگا تو تنہا یہاں بیٹھے کیا
ای دلبر ذرا میرے غصے سے ڈر — ترا ہوش جاتا رہا ہے کدھر
خفا ہو نہ لیونگی پھر تیرا ناوں — اگر لاکھہ نوبت پڑے میرے پاوں
یہہ کہہ غم سے رہتی تھی بیہوش ہو — گھڑی ایک غش سے ہم آغوش ہو
غرض تا سحر اس خیالات میں — وہ رہتی تھی حرف و حکایات میں
سحر گہ جو اس فرش سے رو اٹھی — سبھوں نے یہہ جانا کہ یہہ سو اٹھی
خواصوں سے رہتا تھا پھر قیل و قال — سمایا ولے دلمیں شب کا خیال
کہا کس نے بی بی ہے خاصہ دھرا — تو کہنا نہیں مجھکو اب اشتہا
ذرا دیکھہ سیر چمن آؤنگی — جو حاضر ہو رکھہ دو میں پھر کھاؤنگی
کسو نے جو مانگا وہیں دیدیا — جو لائی کہیں پھر اسے لے لیا
کسو نے کہی بات سن لیجئے — تو کہنا بہت خوب کہہ دیجئے

کوئی لینے آئی جو گانے کو بین — تو ترکھوانا پردونکی ہو نکتہ چین

جو گایا تو کہنا یہہ بے سرا ہے کچھہ — صدا بھدی کف سے گلو پر ہے کچھہ

کوئی لے چلی اُسکا گر تھام ہاتھہ — تو جانا اُسی کے دہیں ساتھہ ساتھہ

چمن میں کوئی ساتھہ آئی کہیں — کسی کام پر پہنچ دینا وہیں

ہر یک آہ میں درد سر کا تھا نام — کہیں اشک نکلا تو کہنا زکام

جو گھبرایا دل پھر تو روتے چلی — کیا سب نے معلوم سونے چلی

کہیں بیٹھنا لے بیاض شگرف — گماں یہہ کہ پڑھنے میں ہے دلکا صرف

دلوں کے وے کھول اپنے ورق — وہی عشق کا یاد کرنا سبق

غزل حسب حال اپنے پڑھنا وہ فرد — لے دیوانِ سودا و اشعارِ درد

نہ کچھہ مثنوی حسن پڑھتی جی — کہ اُس میں مزا جیسے ہیں اور دل لگی

اگرچہ میں آیا تو ازبے دلی — یہہ دو چار پڑھہ لینا شعر علی

غزل

عجب عشق سے پا بزنجیر ہوں — رہا ہے مرا حال تغییر ہوں

یہہ دل رشک بتخانہ چین ہے — صنم جس میں بیٹھا ہے اب پیر ہوں

فلک سے میسر نہ وہ عیش تھا — رہوں جس عوض اب میں دلگیر ہوں

ملا یار سے پہلے یارب مجھے
جو ہونی ہے پھر حسبِ تقدیر ہو

رہی ہے عجب بت کی تصویر دیکھ
مری جان ہم شکلِ تصویر ہو

اگر قتل کرنا ہی منظور ہے
برائے خدا پھر نہ تاخیر ہو

علی اُس دعا سے مجھے کیا نفع
گر اُس سنگ دل میں نہ تاثیر ہو

غرض سب یہہ دھوکے کا ساماں تھا
کہ غیروں کی صحبت سے تھا دل خفا

وگرنہ نہ کچھ شعر سے کام اُسے
تھا کافی دل آرام کا نام اُسے

آں عشق از نزارہ آفت کشیدہ سر
ایں حسن رو بچشمۂ آب بقا نہاد

مجھے مے پلانے سے اب بار بار
خفا مت ہوا ساقی گلعذار

اگر لاکھہ دل سے میں سرشار ہوں
یہ ہر دم نشے کا طلبگار ہوں

ہے غواص کوشش تمنائے دُر
اگر موتیوں سے ہو آغوش پُر

یہہ دریا بھرا اشکِ گلگون کا
نہ دریا یہہ طوفان ہے خون کا

اسی بحر میں ماہی موجِ حسن
خجستہ لقا طایرِ اوجِ حسن

پھنسی ہے جوانی کے ایام میں
بلا اور محبت کے اس دام میں

نزاکت کی رت تازگی کا وہ جوش
علم دلبری کا وہ بالا سے دوش

وہ خوبی حسن و جوانی کا سن ‏ بہار طرب میں خزاں کے یہ دن

کیا چرخ نے اسپہ نادر ستم ‏ بنی ہے سحر عیش کی شام غم

ستم ہر گھڑی یہ پر آفات تھی ‏ بلا اور جفا بے مکافات تھی

کہاں تک نہاں داغ دل کے رہیں ‏ بہار دنکے دل بھوت جس سے بہیں

عجب مورد درد و غم تھا یہ عشق ‏ نشان مصاف الم تھا یہ عشق

ز بس تھی وہ ہمدوش داغ فراق ‏ بجاں سوختہ از چراغ فراق

نہاں آتش دل رواں بر فلک ‏ عیاں لب پہ تھا خندۂ پر نمک

وہ داغوں کا گلزار سینہ تمام ‏ قہر تس پہ سیر چمن صبح و شام

دھری دلمیں تصویر دلدار کی ‏ وہ صحبت ستم تس پہ اغیار کی

مصیبت عجب اسکے ہمدوش تھی ‏ بصد زخم نالے سے خاموش تھی

وہ خون جگر ہو گیا غم کا قوت ‏ ولے لعل نوشیں پہ مہر سکوت

نوادر یہ غم اس کو سہنا پڑا ‏ بصد آہ خاموش رہنا پڑا

نہ محرم کوئی اسکے داغوں سے تھا ‏ نہ ہمراز دل کے چراغوں سے تھا

اگرچہ وہ ہم صحبتوں کا ہجوم ‏ خواصونکی اور دائیونکی تھی دھوم

ولے سب سے دل اسکا بیزار تھا ‏ جگر داغ محنت کا گلزار تھا

یہہ سب عیش تھا قہر اُسکے لئے ‏ — وہ دل بیٹھنا زہر اُسکے لئے
نہ خود سے نہ غیروں سے مطلب اُسے — سوا یار کے حیف تھا سب اُسے
اُسی رُخ پہ ثابت تھی اُسکی نظر — وہ تصویر کا دھیان آٹھوں پہر
وہ ظاہر میں تصویر تھی غمگسار — یہ باطن محبت میں بے اختیار
نظر ہی پیاسے کی نت سوئے آب — کرے کام کیا تشنگی میں سراب
گلو نکلی جیسے ہو تمنا بہار — گل کاغذی دل میں ہیں اُسکے خار
وہ تصویر سے اُسکو صحبت وہاں — فزوں اُسکے سینے میں حسرت وہاں
وہ عالم عجب اضطراری کا تھا — کہ برپا نشان بیقراری کا تھا
عیاں اُسکے شعلے بھڑکنے لگے — خرد کے قدم وہاں سرکنے لگے
جگر میں طپش اضطرابی کی تھی — یہہ نوبت یہ نوبت خرابی کی تھی
لگے اُس سے پرواز کرنے کو ہوش — لگا صبر ہونے کو تھا نہ بدوش
وہ رُخصت لگی ہونے طاقت وہاں — لگی چین کھونے فراقت وہاں
اِدھر عالم حسن پرجوش تھا — اُدھر عشق غارت گر ہوش تھا
وہ موسوم سب میں خجستہ لقا — کیا عشق نے اُسکو خستہ لقا
عجب عالم حسن کا دور وہ — غضب آفت عشق کا طور وہ

وہ چہرے پہ اسکے جوانی کا رنگ — ولے دل کو تھا زندگانی سے تنگ

عیاں غرق دریائے خوبی تھی وہ — نہاں بحر آفت میں تہ دبی تھی وہ

نزاکت سے گرچہ وہ ہمدوش تھی — مصیبت سے لیکن ہم آغوش تھی

اسے دیکھ حیران خورشید و ماہ — وہ حیران ہردم ز بخت سیاہ

جہاں اسکی تصویر کی مبتلا — وہ تصویر پر نازنیں کی فدا

وہ ظاہر میں زلف سیہ مشکبار — پہ باطن میں ہردم جگر تار تار

خجل قد سے گلشن کا عالم وہاں — وہ حجرے میں تھا نخل ماتم یہاں

چمن میں نگاہوں سے نرگس کو رشک — وہاں دور مستی یہاں تار اشک

خجل لعل نوشیں سے یاقوت تھا — پہ خون جگر اسکا قوت تھا

دل آرام تھی وہ ہی جان کی — پہ عاشق تھی دل سے وہ انسان کی

خراماں چمن میں وہ طاؤس وار — ولے دل بصد شوق پابوس یار

میسر تفرج تھا اور سیر باغ — پہ لالہ کی ہم شکل سینے میں داغ

رکھا عشق نے اسکو برباد کر — پہ تھا حسن کا اس سے آباد گھر

تعجب یہاں کچھ نہ منظور ہے — دورنگی زمانے کی مشہور ہے

ولے چشم باطن سے کر کچھ نظر — کہ اسرار ہیں اور ہی جلوہ گر

یہہ ہی عشق آتش سے گر ہم قبیل — یہ آتش میں ہے حسن باغ خلیل

نہو جاوے یہہ عشق سے سوختہ — کہ ہے حسن نور سرافروختہ

اداؤں میں اسکے نہ آجاوے فرق — نہ ہی ماہ تاباں محوف زرق

اس عالم میں بھی وہ خجستہ لقا — ہوئی ہے نہ یکدم گذشتہ لقا

سراجمال اسکا از غیب تھا — وہ نکھرا ہوا حسن لاریب تھا

وہ باطن میں بدلا ہی کچھہ اسکا حال — یہ ظاہر وہ دونا ہوا ہی جمال

دکھاوے ادائی اداؤں کا طور — ہوئی آفت عالم عشق اور

عجب حسن کی صورت آرائی تھی — پریشانی ہر رنگ رعنائی تھی

اسی عالم میں سب کچھہ تھا زیبا دہاں — نیا طور تھا رونق افزا وہاں

وہ آشفتگی یاورِ حسن تھی — وہ بے زیوری زیورِ حسن تھی

وہ پوشاک کی سادگی میں وہی — دوبالا تھی خوبی کی جلوہ دہی

نہ حاجت بزیبائی خال و خط — خداداد دولت تھی وہ ہر نمط

عجب دلبری کی وہ سرمشق تھی — کہ دل دادہ وہاں صورت عشق تھی

ہراز عشق نے گرچہ پھیلائے رنگ — رہا خوبروئی سے پر ہوکے دنگ

غرض عشق کو حسن سے رشک تھا — یہہ آب رواں اور وہ اشک تھا

کئی اُس نے گوٹا لکھہ آتش زنی | پہ یہ شعلہ صفت اور بھی کچھ بنی
گریباں میں اُسکے پڑا ہی جو چاک | ہوئی حسن کی وہ سحر تابناک
وہ چیں بر جبیں صورت قہر تھی | غلط بحر خوبی کی یک لہر تھی
کیا غم نے بیمار و معیوب سی | نزاکت کی بن آئی وھاں خوب سی
الم سے ہوئی زرد ہم شکل دھوپ | وہ نکھرا ہی ظاہر میں کندن سا روپ
مصیبت میں کنگھی جو دی اُسنے ڈال | ہوئے ماہی حسن کے زلف جال
کیا مانگ سے اُس نے برباد زر | دلوں سے کئی حسن نے مانگ پر
بنا گوش کو تھی نہ لولو کی چاہ | نہ محتاج تاروں کی ہی سحرگاہ
بیاض گلو کو نہ مالا سے کام | کہاں چاند رکھتا ہی ہالے سے کام
نہ کچھ دھگدھگی کی اُسے تھی ہوس | تھی یک دھگدھگی اُسکی ہیکل بس
کف دست و پا خون عاشق سے لال | حنا کی نہ سرخی کا تھا وھاں خیال
نہ دلبر وہ محتاج پہنچی ہوئی | کہ تھی خوبروئی میں پہنچی ہوئی
نہ چھلوں سے تھی انگلیوں کو غرض | نگیں اتھہ تھا حسن کا بے عوض
نہ ہرچند پازیب تھے زیب پا | رہے پاوں پڑنے سے تھے زیب پا
جو اشک آگئے اُسکے رخسار پر | ہوا حسن کا اور گلزار تر

دم سرد یخ بستۂ درد و غم | صبا خیز سرچشمۂ صبحدم
وہ کاجل جو پھیلا نم اشک سے | غزالوں نے وہاں جی دیا رشک سے
لبوں کو نہ مستی کی درکار تھی | سیاہی سے یاقوت کو عار تھی
غرض ہر نمط حسن غیور تھا | نہ محتاج تھا اہل مقدور تھا
کئی عشق نے ترک و تازی یہاں | یہ تھی حسن کی جاں نوازی یہاں
چمن زار گر ہووے سیراب گل | تو پروا نہیں گر پڑیں لاکھ گل
اگر فصلۂ رز کو کاٹے کوئی | نکلتی ہے پھر شاخ ہر ایک نئی

لئی عشق نے چھین جو کائنات
فقط دولت حسن کی تھی زکواۃ

چون جان بلب رسید درآمد بہ پیش او | آن محرمی لبان طبیب صفا نہاد
از مژدۂ وصال رخ دوست تربتے | در کام جان تشنۂ آب لقا نہاد

پلا ساقیا بادۂ تلخ وش | کہ آنے لگی ہے مصیبت سے غش
وہ عشرت سرا دیکھ ماتم کا گھر | مرا جوش کھاتا ہے خون جگر
پھنسی دام غم میں خجستہ لقا | کرے خوش دلی کس طرح دلربا
وہ مہ جب سے خاطر پریشاں ہوئی | رہی اپنے عالم میں حیران ہوئی

غم عشق رہنے لگا دم کے ساتھ ہوئی جو وہ ہم صحبت اس غم کے ساتھ

کیا یاس نے اسکو بے صبر و تاب قلق نے دیا خواب و خور کو جواب

توانائی کی فوج رخصت ہوئی مصیبت کی تحویل قوت ہوئی

خزانے کا مالک ہوا جاکے درد ہوئی میر اقلیم جاں آہ سرد

الم ہو علمدار اس جیش کا کیا اس نے برباد گھر عیش کا

پڑا جام عشرت میں آ اسکے درد ہوئی شادکامی مصیبت کی برد

اس عالم میں وہ غم سے مشغول ہو رہی بیٹھ حجرے میں معزول ہو

لگا دیکھنے جو کی وہاں ضعف آ رہا ہی عمل اس پہ اندوہ کا

وہ غایب ہوئیں سب طرحداریاں لگی کھینچنے غم کی بیماریاں

نہ وہ میل گلشن نہ وہ سیر باغ پڑا دل میں تھا لالہ ساں اسکے داغ

پھپر کھٹ پہ لیٹ اپنے آنکھوں کو بھر اسی دھیان میں مست شام و سحر

نہ لب پر خموشی سوا بات تھی پڑی اس تصور میں دن رات تھی

کیا ہی حکیموں نے از بس علاج نہ صحت پہ آیا ہی اسکا مزاج

یہاں تک نہو نکتہ پرداز عشق رہی ہی حیا سے چھپا راز عشق

نہ بیماری عشق کا ہی طبیب کوئی درجہاں غیر وصل حبیب

خواصیں یہہ سب اُسکا احوال دیکھ ۔ مصیبت میں جاں اُسکی پامال دیکھ
سبھی زیست سے اپنے اُوپر تنگ ۔ گرا ساغرِ عیش بالا سے سنگ
تھی وابستہ سب کی خوشی اُسکے ساتھ ۔ گویا زندگی سب کی تھی اُسکے ہاتھ
کیا غم نے اُسکے یہہ پیدا اثر ۔ ہوا سب کا داغوں سے خستہ جگر
غرض جب گہن مہ سے ہو متصل ۔ تو ہوتے ہیں تارے سبھی مُردہ دل
ہو محزون جس باغ کا باغباں ۔ رُخِ گل پہ ہی تازگی پھر کہاں
اگر غم زدہ گھر کا مختار ہو ۔ تو غمدیدہ سب اُسکا گھر بار ہو
کسی کا جو بیمار آقا رہے ۔ وہ مشغول عشرت سے پھر کیا رہے
اگر نا خدا غرقِ طوفان ہی ۔ بچے پھر وہ کشتی نہ امکان ہی
مریں لاکھ پر لاکھ کا خیر خواہ ۔ سلامت رہے لاکھ کی ہی پناہ
غرض یہاں تلک جادوئے ہندوھاں ۔ تھی مرہوب از بیم شاہ جہاں
بصد درد کر اپنے دل کو کرخت ۔ رہی تھی تغافل منش ہو کے سخت
اُس عالم میں با درد و محنت آسے ۔ نظر کر بدوش ہلاکت اُسے
لگی کہنے دلمیں وہ غمناک ہو ۔ بصد داغ حسرت جگر چاک ہو
کہ ہیہات یہہ ماہ پارہ یہاں ۔ بنا حال یہہ آشکارہ یہاں

عجب لیلی کے بیٹھی ہے خاطر پہ داغ
ہے گل اُسکا ہونے پہ اسدم چراغ

ہے ممکن اسی غم میں مرجائیگی
لے حسرت یہاں سے گذر جائیگی

اگر ہند سے میں نہ آتی یہاں
گرفتار آفت یہہ ہوتی کہاں

دریغا وہ تصویر سلطان عشق
وبیر ازل کا وہ فرمان عشق

قدر نے مرے ہاتھ بھجوا دیا
قضا نے مجھے قاصد اپنا کیا

زبس عشق اسکا گلوگیر ہے
نہ اس درد کی کوئی تدبیر ہے

کسی شی سے ہوگا نہ اسکا علاج
بجز جام وصل ہمایوں مزاج

کہاں تک ستم اور کہاں تک یہہ جور
یہہ بیجا ہیں سب بے وفائی کے طور

یہہ بہتر ہے اسدم گذر آپ سے
ذرا بے خطر اسکے ہو باپ سے

محبت کی ہو راہ میں جاں نثار
کروں اسکو مسرور از وصل یار

جو تقدیر میں ہے سو ہوتا نہیں
مجھے جان کی اپنے پروا نہیں

بھلا کچھ ثمر زندگانی کا یہہ
مزا دیکھہ لیوے جوانی کا یہہ

یہی خوب ہے اسکو مطلوب سے
ملانا بصد عیش محبوب سے

وہاں سے اڑا اسکو لاتی ہوں اب
بجلباب خلوت تہاتی ہوں اب

جہاں تک اسے ذوق اور شوق ہو
رہے اسکی گردن کا یہہ طوق ہو

ملیں لب سے لب اور ملیں دل سے دل
کریں چین یکبار آپس میں مل

یہہ داغ جگر سوز کچھہ دور ہوں
غم ہجر سینے سے کافور ہوں

سعادت سے مقرون عجب ہی وہ شب
کہ جس شب میں ہوں ہمقران طرب

یہہ دو مہر رخسار دو مہ جبیں
گل صنعت باغ جان آفریں

بچھا کامرانکی باہم بساط
رہیں ہوں ہم آغوش فرح و نشاط

بجز می وہاں کوئی ہمدم نہو
بجز شمع فانوس محرم نہو

یہہ لب سے کرے اسکے شکر خوری
وہ قامت سے نخل طرب پروری

کہیں ہاتھہ ڈالے یہہ اسکے گلے
کہیں سو رہیں ہر دو باہم ملے

کبھو ذوق مستی سے پی لیوین جام
کبھو عیش کی داد دیوین تمام

جہاں تک ہو منظور پردیکے اوٹ
اٹھا دیں مزہ داریاں لوٹ پوٹ

غرض جس طرح عیش منظور ہو
نہ جب تمنا سے تب دور ہو

یہی مدعا ہی اگر جان ہی
سوا اسکے باقی نہ ارمان ہی

یہہ کر دلیں اقرار اور کہا قسم
چلی آئی بھرتی مسیحائی دم

وہ مہ اس گھڑی اپنے ایوان میں
چھپر کھٹ پہ لیٹی تھی دالان میں

نکلتا تھا سینے سے دود جگر
دم سرد بھرتی تھی با اشک تر

پھنسی جسم کے قید میں روح تھی — وہ مہمان ہم شکل مذبوح تھی

کہ اتنے میں وہ واقف کار عشق — نوا در مسیحائے بیمار عشق

لئے دار و سے وعدۂ وصل یار — قریب اسکے پہنچی ہی آ ایکبار

اس عالم میں دیکھ اسکو وہ دلربا — ملا آنکھیں کہنے لگی مسکرا

ای نوبادۂ حسن وریحان عشق — رہے تجھ سے سرخوش گلستان عشق

ترے دل کا افسردہ کیوں ہی چراغ — عبث تو جوانی کو دیتی ہی داغ

وہ مکھڑا کہ مہ جسکی جانے ہی قدر — ہلال اسکے دیکھے سے ہو جاوے بدر

لگا اسکو کلفت سے داغ ملال — کیا ضعف سے تو نے رنگ ہلال

لگا ہی ترے مفت یہہ حسن ہاتھ — کہ کھوتے یہ ہی تو اسے غم کے ساتھ

وہ ہی کون جسکے لئے روگ لے — تو بیٹھی ہی یہہ منہ کا جوگ لے

میں صدقے ترے پر کر دں اسکو لا — اری ایک نقرہ ہی وہ مردوا

فرشتہ ترے دیو قدموں پہ جان — میں اس شخص کا تھام لاتی ہوں کان

ترے جی لگانے کے قابل نہیں — ہو ذرہ قمر کے مقابل کہیں

ولے پاسداری کر اس چاہ کی — مروت ترے نالہ و آہ کی

وہاں سے اڑا اسکو لاتی ہوں میں — ترے پاس لا کر بٹھاتی ہوں میں

بگڑ

عجب اُسکے اقبال ہیں بے نظیر | کیا جسکی الفت نے تجھکو اسیر
اگر لاکھ ہوتی اُسے تیری چاہ | نہ ممکن تجھے دیکھتا بھر نگاہ
یہ تیری کشش دام الفت میں اینچ | اُسے کس طرح دیکھہ لائی ہی کھینچ
رہا ہی یہ سیمرغ کی ہو جہاں | مگس خوان نعمت پہ بیٹھے وہاں
مثل خوب ہی یہہ کسی کی کہی | سہاگن وہی ہی جسے پیا چاہی
ہی حضرت سلیماں کی مجھکو قسم | میں لائی یہ ہوا اُسکے ثابت قدم
اری دل سے دھو اپنے داغ فراق | کہ گل ہو چکا ہی چراغ فراق
ہوا بخت کا تیرے کوکب طلوع | تو لیتی ہی کیوں اس طرح با خشوع
بناو اپنا کر ہو کے فرخندہ حال | کہ آتا ہی یکبار دور وصال
جہاں تک تیرے دل کی ہوگی خوشی | تو ساتھ اُسکے بیٹھہ اور می وصل پی
میں صدقے تری اب پرستار ہوں | فدا تیرے قدموں پہ ہر بار ہوں
اُسے دیکھہ لاتی ہوں میں کسطرح | ترے سے ملاتی ہوں میں کسطرح
یہ اپنی میں صدقے مری بات مان | غم و درد کا چھوڑ یکبار دھیان
یہہ حاضر ہی زیور جو درکار ہو | مرے پاس خاطر سے تیار ہو
لباس اس تکلف سے کر اپنا جست | کہ آوے نظر خوبروئی درست

جلاتی ہوں میں لا کے پر سپند — کہ تا چشم بد سے نہ آوے گزند

تبسم سے چہرے کو گلگون کر — مجھے شادکامی سے ممنون کر

ذرا حجرۂ غم سے باہر نکل — ابھی سیر کو میرے ہمراہ چل

بہار چمن ہے تری انتظار — کھڑی در پہ ہے جام لے لالہ زار

ذرا اشک نرگس کے شبنم سے دھو — کہ تیرے لئے نت دیا اس نے رو

ترے غم نے کھویا گلستان کو — پریشاں کیا سنبلستان کو

بنفشہ کا ہے ماتمی نت لباس — گل و غنچۂ باغ ہیں سب اداس

جو بلبل چمن میں تھیں نغمہ کناں — جدائی سے تیری ہیں سب در فغاں

نظر کر درختوں پہ قمری کے جوق — کہ پہنے فراقت کے بیٹھے ہیں طوق

ہے تیرے سوا تختۂ بوستاں — خزاں دیدہ مثل رخ دوستاں

ذرا راگ سن چل کے اے غنچہ لب — جہاں کے تہاں ہیں دھرے ساز سب

فراغت تجھے دیکھ میں جاؤنگی — اسے ہند سے لیکے پھر آونگی

مرے قول و اقرار پر کر عمل — قسم کھا چکی ہوں میں اب بے بدل

اگر جھوٹ میرا یہ اقرار ہو — تو روح سلیماں بیزار ہو

اسی دم مجسمہ لقا رشک بدر — مہ آسماں نیر اوج قدر

پہنس سر بسر مژدۂ وصلِ یار
خوشی سے گئی پھول مثلِ بہار

نئے سر سے پھر آگئی تن میں جان
دوبارہ گویا جی اُٹھی ہی وہاں

یہ جبراً وہ طرزِ نزاکت دکھا
چڑھا چیں بابرو ہوئی ظاہر خفا

لگی کہنے جذبے میں آ ایکبار
اری بیوفا کافرِ روزگار

میں کس کے لیے بیٹھی ہوں روگ لے
سُناتی ہی جو مجھکو اب داغ دے

عجب مکر پھیلا یا تو نے یہاں
کھلا مجھ پہ تیرا یہ رازِ نہاں

پڑی ہی تجھے یاد اُس یار کی
کشش دل میں ہی اُسکے دیدار کی

مبارک تیرے دل کی وہ آرزو
پر اتنی نہ کر مکر سے گفت و گو

اگر تجھکو جانا ہی درکار ہی
رضا دے چکی میں تو مختار ہی

کسو کا نہیں مجھکو سودا ہی کچھ
تو رخصت ہو مجھکو نہ پروا ہی کچھ

میں واقف مسافر کی ہوں ریت سے
ہوں بیزار ہرجائی کی پیت سے

جو کچھ تجھکو درکار ہو مانگ لے
گر یک دانگ چاہے تو سو دانگ لے

میں دینے کو راضی ہوں جو کچھ کہے
کسو پاس دولت نہ قایم رہے

بھلائی سے ہمکو سدا کام ہی
کسی کی برائی سے کیا کام ہی

نہ ہم ایسے بے رحم و بے درد ہو
رہیں نوبت دادیں سرد ہو

کرم کے یہاں بحر کھاتے ہیں جوش — سدا دیکھتی ہی تو با چشم ہوش
خسیسوں سے بھلا کے کچھ مال لے — کہ دھوکے سوا کچھ نہ انسے ملے
نہ مجہول ہوں میں تو ہشیار ہو — اِس ابلہ فریبی سے بیزار ہو
ہوں واقف وفاداریوں سے تری — ہمیشہ کی غمخواریوں سے تری
اگر اس جہاں سے میں مرجاونگی — نہ خوبی تری بھول کر جاونگی
جو مارا ہی تو نے کلیجے پہ تیر — ہوا ہی نہ اب تک وہ مرہم پذیر
ترے وہ سخن مجھکو سب یاد ہیں — قیامت تلک زخم فولاد ہیں
بھلا یادگاری یہہ دیگر مجھے — دئے جاتی ہی اب نئے سر مجھے
میں راضی ہوں جا یار سے مل تو آپ — تری کارگر کچھہ نہیں بھول بھاپ
تو قابل رہے اسکے بستر کی ہو — نہ یہہ شیر مادہ کسی نر کی ہو
نہ واقف تھی میں پہلے اس بد شعار — کہ دل سے تو کرتی ہے اسکو پیار
وہ معشوق تیرا ہی عاشق ہی تو — بھلا عشق میں اسکے صادق ہی تو
قلمدان لا شقہ مہر دار — ابھی مجھ سے لکھوا ہی لے ایکبار
مرے گنج داران دولت کو دے — فزوں حوصلے سے ترے مال لے
لجائیگی در کا ہووے جدھر — وہ ساعت میں پہنچا ہی نوکر ادھر

زیادہ نکر مجھہ کو اسدم خفا — ہی منظور ہووے کسی کا بھلا
یہہ سنکر لگی کہنے وہ سیم تن — نہ بندی کے ہی دل مین مثل وطن
نہ میرا کوئی آشنا ہی کہین — بجاے برادر ہی وہ نازنین
یہہ مہلت ہی ہر کام مین باصواب — خصوصًا یہہ ہی عشق عالی جناب
یہان صبر و طاقت ہی آرام بخش — نہوتی ہی عجلت یہان کام بخش
نہ معیوب شہوت پرستی سے ہی — بُرا یہہ چالاک دستی سے ہی
نہو دل کسو کا اگر دردناک — مزہ کیا اُسے دیوے پھر عشق خاک
نہین اس طرح کی مین ہون وہ بلو — کہ یکدم یہان لا کوئی مرد وا
بجز عشق کامل اُسے بار دول — بلا سر پہ شہوت پرستی کی لول
ابھی عشق کامل ہی پروا نہین — تری مطلب آرائی بیجا نہین
وصال محب دولت کامل ات — بجز درد دل شہوت باطل ات
ہوئے جب یہہ آپس مین راز و نیاز — اٹھی بستر خواب سے سرو ناز
ہوا درد و غم اُس گھری دور ب — مصیبت گئی ہو کے کافور ب
گئی ہی وہ بیماری یک آن مین — نقاحت نہ باقی رہی جان مین
وہ محنت سے راحت بدل ہو گئی — دھمک حسن کی بے مثل ہو گئی

نہ وہ داغ تھا اور نہ وہ درد تھا ۔ خوشی سے بھرا وہ دمِ سرد تھا

اُسے دیکھ یکبارگی شادکام ۔ بجانے لگیں شادیانے تمام

پڑی ہے خواصوں میں عشرت کی دھوم ۔ وہ ہم صحبتوں میں تھی صحبت کی دھوم

جو غم سے تھیں اُس آن سب ملول ۔ گئیں عیش و عشرت سے یکبار پھول

وہ صدقے فقیروں کو دینے لگیں ۔ خوشی سے مئے ناب پینے لگیں

نیاز اور نذروں کا چلتا تھا دور ۔ نئے سر سے آیا ہے عشرت کا طور

وہی شادکامی وہی راگ و رنگ ۔ نشے کے وہی پھیلے ہر سو ترنگ

خوشی کے سوا وہاں نہ کچھ بات تھی ۔ کہ دن عید اور رات شبرات تھی

غرض عشق کے ہیں عجب راہ و رسم ۔ ز بس اُس کے اسرار ہیں پر طلسم

توابع سبھی اُس کے ہیں جسم و جاں ۔ توانا ہیں محکوم اور ناتواں

وہ حاکم ہے شاہانِ فیروز کا ۔ مساکینِ غمناک و دلسوز کا

پلاوے کبھو مرگ و محنت کا جام ۔ کرے گاہ غمدیدہ کو شادکام

کسے گور میں یہہ سلا دے کہیں ۔ پس از مرگ کس کو جلا دے کہیں

ہے مرگ و حیات اُسکے فرمان میں ۔ تماشا دکھاتا ہے ہر آن میں

ہر یک دم نئی اُسکی انداز ہے ۔ عجب نوع کا شعبدہ باز ہے

چون امردان بجیل طلسم وطراز حسن — جادوے ہندرو بسوے مدعا نہاد

ای ہدہد منش ساقیٔ باد پا — دیار سبا سے کوئی جام لا

کھلیں جس کے پینے سے اسرار عشق — سماویں نگاہوں میں انوار عشق

تفاوت اُٹھے دور و نزدیک کا — نشاں ہووے برباد تشکیک کا

کشش عشق کی دیکھہ کیا خوب ہے — کہ طالب یہاں خود وہ محبوب ہے

چلی جادوے ہند اب سوے ہند — بسمت دلارام دلجوے ہند

کہ تا اُس مہ اوج اقبال کو — چراغ شبستان اجلال کو

اُڑا ہند سے لا پرستان میں — کرے فتنہ برپا گلستان میں

زبس وہ ہر یک فن میں مشاق تھی — ذکاوت میں مشہور آفاق تھی

ہر یک کام اُس مہ کی تدبیر کا — تُلا جیسے میزان تقدیر کا

کوئی ہمقران سعد دیکھہ رات — مؤثر کواکب کے سب ناظرات

قلم ہاتھہ میں لے وہ جادو رقم — دکھا نوطرازی نوک قلم

خجستہ لقا کا وہ نقشہ اتار — کیا پارچہ اُس نے رشک بہار

عجب اُس دل آرام کی ہوبہو — نکل آئی تصویر یک مو بمو

نظر جس پہ کر ہووین حیرت زدہ — صنم خانۂ چرخ بر مہر و مہ

بنا ایک آئینہ دان بے بہا | زبرجد و الماس و یاقوت کا
تھا اُس میں وہ صورت دل پذیر | طلسم ایک برپا کیا بے نظیر
پھر اُس بعد کر دور اپنا سنگار | وہ پیشواز و کرتی وہ انگیا اُتار
وہ مردانہ وش ایک پوشاک چست | پہن اُس بدن کے موافق درست
وہ لونڈوں کے ہم شکل ہو نازنیں | ہوئی فتنہ پرداز روے زمیں
وہ عالم عجب اُسکا زاہد فریب | زبس کج نگاہی سے پایا ہی زیب
وہ امردوشی سادہ روئی کا طور | تھا غارت گر صبر آفت کا دور
وہ انداز اُس قد کا جادو شکن | بلاے جہاں فتنۂ مرد و زن
پھرا لب پہ سوسن کے غنچے کئی | دکھا آبداری وہ خط کی نئی
کئی سحر یک اُس نے برپا وہاں | قیامت ہوئی آشکارا وہاں
جہاں تک کہ لونڈونکے ہیں شعبدے | وہ پوشاک و اطوار سے زیب دے
بنی ہی اِس اطوار سے ہو بہو | کہ تا فرق اُسمیں نہ آوے کبھو
چھپانے کے بدلے کئے سب سوانگ | یہ حُسن اُس سے افزوں ہوا چار دانگ
وہ شوخی و تیزی وہ چالاکیاں | زبس گرم جوشی وہ بے باکیاں
سبھی اُسکے انداز سے جلوہ گر | جہاں ہو چکا جو نہ تا بر نظر

ا نرگس

جسے دیکھ عبّاد جاویں پھسل
پڑے زہد صد سالہ میں آ خلل

وہ کاکل کا عالم وہ زلفوں کے پیچ
کہ لیتے تھے دل ہر گھڑی سب کا اینچ

وہ لونڈوں کے ہونا حسن کی یک دلیل
کیا مہ جبینوں کو اُس نے ذلیل

وہ پوشاک بھی اور دونکی مثال
نزاکت لیاقت کے سب حسبِ حال

تمامی کی طرفہ وہ تھی جما
رکھی سر پہ وھاں خود نمائی سے لا

زبس سر پہ نازک وہ سرپیچ تھا
کہ غارت گرِ عقل پرپیچ تھا

جسے پیچ بینی کے سب متّصل
جہاں پیچ کھاتے تھے نت جان و دل

قفا پر جو اُلٹے ہیں تہ کھا کے بل
ہوا دورِ گردوں فدا سر کے بل

کہیں پیچ پر آگرا ہی جو پیچ
کیا اُس نے آفاق و انفس کو ہیچ

وہ شانے پہ یک پیچ جو آ پڑا
رہا اژدہا زرد لٹکا ہوا

دیا تازیانہ تھا از راہِ غرور
کہ تازی حسن اُس سے چمکا ہی اور

وہ کاکل پہ دستار زر دل کشود
تماشا یہ شعلہ نا بہ دود

دیا دامن ابر سے آفتاب
بر آمد ہوا ہی بصد آب و تاب

وہ چپکن بھی زربفت کی تنگ و چست
نزاکت نظر آوے جس سے درست

وہ ململ کا کرتا بہ رنگ حباب
کہ جس کی ہم خانہ آفتاب

پڑا تک سینے میں تھا اُسکے چاک / سحر کا جگر جس سے ہو خوف ناک

لے نیفے سے اُس پائجامے کا رنگ / سنہرے شفق جس سے ہو جاوے دنگ

وہ کمبخت کا کفش یک بے بہا / جھکا ذرق قدموں تلے آ رہا

جواہر کی بی مول ہر یک عدد / پہن اُس نے کی دلبری کی عدد

دے شہوت پرستوں کے سینے کو داغ / کیا اُس نے فتنے کا روشن چراغ

اگرچہ یہہ مردانہ وش تھا لباس / ولے نازکی صرف تھی حق شناس

چھپانے کے بدلے کیا یہہ کمال / دیا حشر کو اُس نے دھوکے میں ڈال

اُٹھی ہے وہ نازک تنی پاکے زیب / دوبالا ہوا حسن عالم فریب

غرض دور فتنے نے پایا وجود / ہوا آفتوں کا نوا ذر نمود

خجستہ لقا کو دکھا یہہ بہار / بلائیں لے اور ہو زبس جاں نثار

لگی کہنے اُس مہ سے ای شمع رو / مرے بعد غمناک مت ہو کبھو

گلے میں میں ڈال اُسکے اُلفت کا پیچ / ترے پاس لاتی ہوں یکبار کھینچ

کئی دن سے آجاوے آرام جاں / کرے تجھکو محظوظ از کام جاں

اُسی کے لئے میں نے بدلا یہہ بھیس / چلی سر مطلب ترا چھوڑ دیس

جو زندہ رہی لے اُسے آونگی / نہ وعدے سے میں اپنے ٹل جاونگی

وگر مر گئی تو یہہ صدقے ہی جی | کرے عمر صد سال ایزد تری
یہہ سن لگ گلے اُس کے بے اختیار | لگی رونے وہ باہوش زار زار
یہاں تک وہ روئی کہ ہچلی لگی | گیا اُسکا وحشت سے گھبرا کے جی
وہ جادوئے ہند اُسکا یہہ دیکھ حال | وہیں آب دیدہ ہو با صد ملال
مفرح دیا قوتی لا اُس گھری | کھلا اور شربت پلا اُس گھری
تسلی سے دے ہاتھ پر اُسکے ہاتھ | قسم یاد کر شادکامی کے ساتھ
اُسے شاغل عیش و آرام کر | گئی لیکے رخصت اُسی کام پر
تحایف وہاں کے نوادر تمام | تھے ہمراہ سب اُسکے با اہتمام
بظاہر تھا پیشہ تجارت کا ساتھ | تھا باطن میں اسباب غارت کا ساتھ
بھی کلدار دو گھوڑے تھا جنکا نام | نوادر سبا سیر و گردوں خرام

جواہر کا تیار کروا کے زین
گئی ساتھ لے اپنے وہ نازنین

دوکاں بکوے ہند زہے فتنہ انگیز | وان لعبت طلسم و جمال جفا نہاد

پلا مجھکو ساقی وہ گلفام مے | نشے میں منازل کروں جسکا طے
کہیں سے لگا دھیان ہی اب کہیں | یہہ سرمستی عشق ہی یا نہیں

اگر شہرِ مطلب میں ہووے نزول   تو ہو جاویں پھر سب مقاصد حصول
نہ خواہش چمن کی کرے عندلیب   نہ ممکن گلوں کے وہ بیٹھے قریب
پرستاں سے راہی ہو جاوے وہ ہند   چلی آئی یکبارگی سوے ہند
جہاندار شہ کی حکومت میں جا   وہ عمدہ سرِ چوک دکاں لگا
رکھا اسرار کو اپنے اُسدم نہاں   لگی کرنے ظاہر تجارت وہاں
نوادر ہر یک تھی پرستان کی   ہوئی زیب بخش اُسکی دکان کی
وہ تصویر اُس مہ کی گیتی فریب   کئی اُس نے برپا بصد فر و زیب
ہوا اُس سے سرگرم بازارِ عشق   ہوا ایک عالم خریدارِ عشق
وہ صورت کے رکھنے سے بر آن وہ   ہوئی جاں فروشوں کی دکان وہ
جو نقشہ کھرا مہ کی قامت کا تھا   کہے تو کہ جلوہ قیامت کا تھا
متاعِ خرد کی خریدار ہو   رہی فتنہ انگیز بازار ہو
سرِ رہ جو اُسکی دکاں سے گیا   تہی دست ہو نقدِ جاں سے گیا
وہ بے مول قایم عجب جنس تھی   گویا آفت عالم انس تھی
وہ تصویر جاں بخش کی عنقریب   بچھا مسند یک دلبری کی عجیب
نزاکت سے تکیے پہ رکھ ایک ہاتھ   ہر یک دم عجب خود نمائی کے ساتھ

وہاں بیٹھتی تھی وہ جادوئے ہند — جنوں کی دکاں کھول بر روئے ہند

کھڑی فتنۂ دہر مورت وہاں — عجب دلربا اسکی صورت یہاں

وہ غارت گرِ عالمِ جان تھی — یہہ جاں پرورِ جسمِ انسان تھی

کیا اُس کے عالم پہ بت نے سجود — یہاں صرف مجرائی تھے سب ہنود

وہ دوکاں بلاے دل و دیں تھی — فدا اُس پہ ہر لعبتِ چیں تھی

پردے صنم خانۂ آسماں — کسو نے نہ دیکھا یہہ فتنہ کہاں

اڑی شہر کی جب یہہ خلقت میں دھوم — لگا ہونے پھر تماشا ہجوم

سرِ راہ کثرت ہوئی اس قدر — کہ دیوار اجسام تھی رہ گذر

نہ جب تک کوئی کھاوے دھکے ہزار — نہ ممکن کہ اُس رہ سے ہوجاے پار

اگرچہ سپاہوں کا تھا بند و بست — پہ شہدوں کا عالم تھا چالاک دست

یہی ذکر و چرچا تھی ہر سو بسو — ہر یک گھر میں قایم یہی گفت و گو

لگی آنے خلقت وہیں دوڑ سب — تھا برپا سرِ راہ فتنہ عجب

لگا ہونے دیوانہ تب ہر کوئی — نکلنے لگی بات ہر یک نئی

وہ مورت کوئی دیکھ بیجان تھا — یہہ صورت کوئی دیکھ حیران تھا

کسو نے کہا یہہ مہ دہر ہیں — کسو نے کہا آفت و قہر ہیں

کسو نے کہا شکل جوڑا ہیں دو
کسو نے کہا نور یک جا ہیں دو

کسو نے کہا حور و غلمان ہیں
کسو نے کہا جن و انس نہیں

کوئی آشنا اس قیامت کا تھا
کوئی مبتلا اسکے قامت کا تھا

تبسم سے اسکے کوئی سینہ چاک
تکلم سے اسکے کوئی دردناک

کسو نے دیا نقد جاں اسکے ہاتھ
کسو نے کیا صرف دل اس کے ساتھ

کہا کس نے بزم پری زاد ہی
کسو نے کہا سحر ایجاد ہی

کوئی دیکھ چہرہ وہ مرنے لگا
کوئی مست ہو ہو کے گرنے لگا

عجب حسن غارت گر جان تھا
بلا اور فتنے کا طوفان تھا

غرض ہر کہیں نت یہہ چرچا رہی
بہر سو قیامت یہہ برپا رہی

نوادر خبر سن یہہ آفاق گیر
سواری سے آ کر وزیر و امیر

عیاں دیکھ یہہ صورت بعث و نشر
نوادر دکاں فتنہ پرداز حشر

ہر یک کوئی اسکا خریدار ہو
رہا شعلہ افروز بازار ہو

یہ قیمت نہ اسکی کوئی دے سکا
نہ فتنے کا پرکالہ وہ لے سکا

جو جاں دیکے انت کو لیتے ہیں مول
وہی اس قیامت کو لیتے ہیں مول

شہر سبا گرفت ہمایوں مزاج ہیں ‏ بیروں ہنوز از حرم خود نہ پانہاد

وہ مے ساقیا بر سر جوش ہے ‏ جو پردے میں اس خم کے روپوش ہے
ذرا کھول اور جام بھر دے مجھے ‏ اس عالم سے بے ہوش کر دے مجھے
کہاں تک میں اس گھر میں ہشیار ہوں ‏ بھلا ہے کسو کا ہو شیدا رہوں
یہہ سن لیجیے گوش دل سے ذرا ‏ ملک زادۂ ہند کا ماجرا
ہوا جب یہہ پیدا ہمایوں مزاج ‏ گل سلطنت وارث تخت و تاج
اسی دن سے تا چار دہ سال وہ ‏ پلا ہے محل میں بہر حال وہ
نہ سیر چمن کے سوا ایک دم ‏ کہیں گھر سے باہر رکھا ہے قدم
سبب اسکا ہے اس طرح دل فروز ‏ کہ اس مہ جبیں کے تولد کے روز
بلائے تھے شہ نے جو اہل قیاس ‏ نجومی و رمال طالع شناس
نظر سب نے طالع میں کر غور سے ‏ کیا عرض شہ سے تھا اس طور سے
کہ ہیں بخت اس گل کے آفاق گیر ‏ جہاں میں یہہ ہووے سکندر نظیر
سدا کامبخش اپنے اقبال سے ‏ رہے ہمقراں دولت و مال سے
پہ اتنا لکھا ہے یہہ اقبال میں ‏ خطر ہے اسے چودھویں سال میں
محل سے یہہ باہر نکل کر کہیں ‏ ہو عاشق کسی نازنیں پر کہیں

تعشق کے عالم میں حیران ہوں
کئی دن رہے گھر سے ویران ہوں

ہے لازم جہاں تک یہہ پورے ہوں سن
نہ نکلے مکاں سے وہ گل کوئی دن

سرِ رہ نہ اسکو لیجایا کریں
تماشے سے ہر دم بچایا کریں

ہو عاشق پری پر وہ اس آن میں
لیجا دے مبادا پرستان میں

نہ غافل قضا اور قدر سے رہیں
بچائے ہوئے رہ گذر سے رہیں

گذر اُس کا کس شارع عام تک
نہو وے محل سے اس ایام تک

غرض سن یہہ دانشوروں سے کلام
اُسی دن سے شہ نے بصد اہتمام

گذرگاہ سے خلق کے دور تر
کوئی دلکشا باغ تعمیر کر

الگ سب سے ہر دم حفاظت کے ساتھ
کیا پرورش ناز و نعمت کے ساتھ

جہاں تک کہ تھی پاسبانی ضرور
نہ واقع ہوا اُس میں یکدم قصور

شب و روز دانشوران جہاں
تھے خدمت میں اُس مہ کے حاضر وہاں

جو درکار تھا علم سکھلا اُسے
کیا سب نے دانش میں یکتا اُسے

جہاں تک کہ شاہوں کے آئین ہیں
ریاست کے یکسر قوانین ہیں

ہوا ہر ہر یک سے ہمایوں مزاج
ہوا ہی زبس قابل تخت و تاج

مکیں تھا جہاں وہ مہ کام بخش
نوادر وہ گلشن تھا آرام بخش

سوا عیش و عشرت کے تھا اُنکو کم
نہ واقع ہوا تھا کبھو درد و غم

مقرب تھے ہر روز اہلِ علوم
تھا خوبوں کا گرد اُسکے ہر شب ہجوم

وہ موجود عشرت کا اسباب تھا
تہ چرخِ اخضر جو نایاب تھا

تھی نت روز نشہ کی یہہ عادت عجب
نئی ہر ولایت کی ہر شئی غریب

پئے دل لگی ہمایوں مزاج
تھا ارسال فرما بصد امتزاج

کہ تا شاغل اُس سے ہو مہر جہاں
رہے مایل شادکامی وہاں

نہ آجاوے دل پر غبار ملال
کرے صرف اوقات ہو شاد حال

رہے بے کدورت اُس ایام تک
چمن میں نحوست کے ہنگام تک

غرض وہ مہ کشورستانِ حسن
منور چراغ شبستانِ حسن

لے طفلی کے ایام سے تا شباب
تھا جوں شمع فانوس زیرِ نقاب

بہ باطن تھا اُس مہ کا بے اختیار
ہمیشہ طلبگار سیر و شکار

دلے شاد ناشاد وہ مہ جبیں
پدر کے تھا خاطر سے خلوت نشیں

جادوئے ہند خیل سپاہ شب تنگ کش
فرق ادب بمسند فرمانروا نہاد

پلا جام شبگیر پیرِ مغاں
نشہ جسکا ہو سوئے دل ارمغاں

خرد کی ہوں مہانیوں سے نفور
ہی باطن یہاں سر بسر بے حضور

فلک اپنا دکھلا یا شعبدہ
کرے ہی یہہ آباد بازی کدہ

قضا کا جو مورود فرمان ہی
وہاں عالم عقل حیران ہی

پرستان سے آکے جادوئے ہند
جو دوکان آرا ہوئی سو پسند

دو کلدار گھوڑے تھے جو اُسکے ساتھ
تھی مرہون منت صبا جنکے ہاتھ

کروں اُنکی خوبی کا کیا میں بیاں
سمند فلک جنکا تھا ہم عناں

ہوا خیز دیکھو از قدم تا بفرق
تھی ہر دم فدا اُنکے جلوے پہ برق

وہ بے روح ظاہر میں یک اُنکا جسم
حقیقت میں پر تھے ہوا یا طلسم

ملے باگ سے کل کے رشتے تمام
فلک سیر جادو تھی زیر لگام

نہ راتب نہ ار داوہ درکار انھیں
نہ آب و خورش سے سروکار انھیں

ز امراض جسمی سراسر بری
نہ محتاج تدبیر سالوتری

ہوئی جادوئے ہند کو تب یہہ چاہ
کہ حاصل کسی ڈھب سے ہو قرب شاہ

دکھا باریابوں کو اپنا ہنر
لیا اُنکے گھوڑا کرے دھا نظر

غرض جب خواہش بصد آب و تاب
قدم بوسی شہ سے ہو بہرہ یاب

سبا سیر کو پیشکش کر وہاں
کیا اُنکا را طلسم نہاں

زبس بادپا دیکھ یہ بے بہا ۔ پراں مثل طائر با وج ہوا
ہنرمندِ آفاق نے غش کیا ۔ غرض دیکھ ہر یک نے غش غش کیا
دے انعام شہ نے کیا سرفراز ۔ گئی ہو کے رخصت وہ با امتیاز
پھر اس شاہزادے کن اس رخش کو ۔ نوادر سمندِ فرح بخش کو
دیا شاہ نے بھیج باصد خوشی ۔ رہے اس سے تا صورتِ دل لگی
نظر کر وہ شہزادہ ہوش مند ۔ نوادر سبا سیر خاطر پسند
ہوا بے طرح اس گھڑی شاد کام ۔ سواری سے دے زیب و زینت تمام
لگا باغ میں سیر کرنے کو تب ۔ لگا ہے چمن ہی میں پھرنے کو تب
یہ طرفہ ملا جب اسے بادپا ۔ نہاں دل میں اسکے ہوئی یہ ہوا
کہ یک شب سوار اسپہ ہو کر کہیں ۔ ذرا دیکھ کیفیتِ سر زمیں
تماشے سے عالم کے ہو کام بخش ۔ بسوے محل ہووے آرام بخش
نہ واقف کسو کو کر اس سیر سے ۔ نہاں بات یہ دل میں رکھ غیر سے
مصمم یہ کر عزم بالجزم پھر ۔ رہا عالمِ شب کا ہو منتظر
خرد کا یہ سامان و یہ بندوبست ۔ مقابل قضا اور قدر کے تھا پست
مقدر کا دیکھو عجب پیچ ہے ۔ رسائی وہاں عقل کی ہیچ ہے

کسو کن اگر لاکھہ تدبیر ہوں / نہ سابق تر از حکم تقدیر ہوں
یہاں دانش خلق مجبور ہی / خلاف اسکا امکان سے دور ہی

طرفہ شبی بجبل سبا سیر ماہ وش / از روی خاک رو باوج علا نہاد

تماشے پہ دل ہی مرا ساقیا / مے ارغوان جام لالہ میں لا
پلا اس صنم کے مجھے رو برو / نشے سر ہی پھر عشق کی گفتگو
نہ اردی بہشت یہہ رہے اور نہ دی / کہاں پھر جوانی کہا پھر یہہ مے
عجب دور گردو کا یہہ دور ہی / زمانے کا ہر دم نیا طور ہی
ہوئے فارغ ز سیر فلک آفتاب / گیا محل مغرب میں از بہر خواب
سر شام شہ زادہ نامدار / کچھہ ایک دل میں آیا تو چلا گیا
چڑھا وہ پلنگ پر گیا اپنے سو / رہا خواب عشرت سے مخمور ہو
اسے دیکھہ در عین راحت وہاں / بہر حال در بستر راحت وہاں
کنیزاں گروہ ہوئے سب بے خطر / بیاے چھپر کھٹ ادھر اور ادھر
خوشی کے اس عالم میں لیٹ اک دم / بہر سمت پھیلائے سب نے قدم
پھر رات اتنے میں گذری وہاں / دکھایا ہی شب نے نوادر سماں
ہوا سرد یکبار آنے لگی / ہر یک ماہوش کو سلانے لگی

بیکایک

یکایک جو حاضر تھیں ایواں میں | ہوئی ہیں وے خابیدہ اُس آن میں
قضا نے دکھا زور مندی وہاں | کئی خواب سے چشم بندی وہاں
بظاہر وہ گویا شب عید تھی | یہ باطن میں غفلت کی تائید تھی
مقدر کا نادر تر اسباب ہے | غرض ہوشیاری یہاں خواب ہے
نہ مخمور گر نرگستان ہو | نہ زیبا وہاں کا گلستاں ہو
بصارت ہے باطن کی جنکو حصول | ہے اُس خواب کا کشف اُنپر اصول
غرض اُنکے سونے کے بعد اُنکلیا | قضا نے دکھائی نوادر بہار
کہ یعنے ہوا ہے وہ بیدار ماہ | پری اُسکی ہر سو جو اُسدم نگاہ
تو سوتے سبھی اُسکے آئے نظر | مگر شمع بیدار تھی سر بسر
وہ سونا مکاں قیل اور قال سے | تھیں غافل سبھی اپنے احوال سے
سماں اُنکے طرفہ تھا اُس آنکا | جھکا باغ تھا نرگستاں کا
مشجر بچھی اُنکے قالین تھی | وہ نقل صنم خانۂ چین تھی
وہ خابیدہ اُس پر ہر یک نازنیں | وہ ہنس مکھ کہیں اور تن سکھ کہیں
وہ مستی کا عالم جوانی کا خواب | وہ مخمور ہر سو ز جام شراب
ہر یک اپنے جوبن میں سرمست تھاں | محو عیش و راحت سے بدمست تھاں

دوپٹے کا آنچل کوئی منہ پہ لے — رہی ہے وہ ساعد کو لے سر تلے

ادا سے کسو نے رکھا سر پہ ہاتھ — تھی لیٹی کوئی چت نزاکت کے ساتھ

کوئی اپنے زلفوں سے تھی بے خبر — کسو کا کھلا عین مستی میں سر

وہ نیفہ کسو کا ڈھلا تھا کہیں — وہ سینہ کسو کا کھلا تھا کہیں

کہیں نیم زانو نمودار تھے — کہیں قمقمے رشک گلزار تھے

کسو کی وہ چولی تھی کھسکی ہوئی — کسو کی وہ انگیا تھی مسکی ہوئی

کوئی نیم مست اور کوئی حال مست — کوئی اپنے جوبن میں ہر حال مست

غرض سب کو یکبار بے ہوش دیکھ — اس عالم میں در خواب خرگوش دیکھ

ہوئی فارغ ہر یک مانع راہ سے — ہوئی ایمن رقیبان بدخواہ سے

گریکبار غرفے سے باہر نظر — سماں دیکھ مہتاب کا جلوہ گر

کیا سیر و شبگیر نے ایکبار — ہوا خواہ آفاق بے اختیار

ہوئی طبع نازک پہ غالب ہوا — ہوئی مشتاق دور فلک بر ملا

دے پوشاک سے اپنے قامت کو زیب — بنا اک شعلہ قیامت فریب

محل کی وہیں چھوڑ دل بستگی — نکل گھر سے باہر باہستگی

ہوئی رخصت سبھوں سے در انتہائے خواب — وہ جان جہاں مہر کشور شتاب

زبس راکب پشت شبدیز ہو
سوار سمند فلک خیز ہو

وہ آفاق کی سیر کرتا ہوا
چلا ہے بہر سمت پھرتا ہوا

سواری کا اسکے لکھوں کیا بیاں
تھا اک عالم نور جلوہ کناں

زمیں سے معلق با وج ہوا
ہوائی تھی رہ گیر باد پا

کسو نے نہ دیکھا یہہ گیتی نورد
جہاں زیر پا جس کے ہو مثل گرد

ہوئی آرزو چرخ کو یہہ شگرف
مہ نو کرے نعل بندی میں صرف

پراں بادپا دیکھ خورشید دار
ہوئی برق جلوے پہ اسکے نثار

زبس تھا وہ اشہب بجولاں گری
سمند فلک نے نہ کی ہمسری

زریں لگام اسکے ظاہر طلسم
کرے جس پہ جادو فدا جان و جسم

پڑا چارجامہ وہ یک برق وش
کریں مہر و مہ اسکی خوبی پہ غش

دکھا زیر بند اپنی نو اختراع
تھا غارت حسن خط شعاع

زبس ساز الماس و یاقوت کا
کواکب کے تھے خیل سے پر ضیا

وہ طرفہ سوار خوش اسلوب تھا
سبا سیر جسکا یہہ مرکوب تھا

کروں اسکی خوبی کہاں تک رقم
وہ دلدار آفاق تھا اک قلم

تجلّی کرا اسکی نظر بر سپہر
چھپا دامن غرب میں جاکے مہر

وہ حسن اپنا یکبار دکھلا کمال — بلندی پہ چمکا ہی جا بے مثال

خجل اسکے چہرے سے تھا بدر وہاں — تھی کاکل سے نادم شب قدر وہاں

عذاروں کی خوبی نہ محصور ہی — گل گلشن عالم نور ہی

خط سبز تھا رشک دود سحر — تھا فتنہ کشائے ورود سحر

بدور سیہ نرگس نیم مست — کواکب کے دیدے تھے ساغر پرست

سراپا وہ یک شعلہ طور تھا — باآفاق ہم خانۂ نور تھا

وہ دستار پرزیب بالائے فرق — ہر یک پیچ تھا موج دریائے برق

وہ نیمے سے بت ملتہب قد کی شان — لگا مشتری کا تھا تکمے پہ دھیان

وہ موتی کے لٹکن ثریا فریب — وہ مالا کے عالم سے پروین کو زیب

کمر بند کی دیکھ تابندگی — عطارد نے کی سر جھکا بندگی

درخشاں صفائی سے گوزا بدن — وہ تاروں سے ڈھلکے ہوئے نور تن

بطرز قیامت سواری کا رنگ — کماں کی چڑھا رزہ پہ گویا خدنگ

ہوا اُس گھڑی صاعقہ بار تھی — بدور فلک رشک گلزار تھی

پڑا عکس اسکا جو سوئے فلک — ہوئے نجم صدقے برد فلک

وہ تنہا روی دیکھ اسکی وہاں — ہوا ہم رکاب اسکے ماہ جہاں

وہ آفاق کا شعلہ مانوس تھا
اُسی شمع کا چرخ فانوس تھا

عجب حسن نے اُسکے باندھی کمر
اُس عالم میں تسخیرِ آفاق پر

تھا فتنے کا برا فوج گردوں ظہور
ہوا ہی طلوع آفتابِ نشور

غرض وہ مہ عالم آرائے حسن
سوارِ سمندِ فلک سائے حسن

بافوجِ ہوا از پر چرخ برین
تھا سایر بدورِ قمر ہر کہیں

یکایک اُس عالم میں دکھانے در نگ
قضا نے عجب اپنا پھیلایا رنگ

کہ یعنی اُسی دم وہ ماہِ جہاں
سرِ چوک وارد ہوا ناگہاں

جہاں کھول دوکان جادو ہے ہند
نظر قیامت تھی درکوے ہند

پری تھا ہزادی کی اُس جا نظر
سماں دیکھ طرفہ وہاں جلوہ گر

کیا ہی جو دل نے اُسی رخ پہ میل
زہی چرخ اقبال کا وہ سہیل

اُترا اپنے گھوڑے سے تب ایکبار
وہیں آکے پہنچا ہی بے اختیار

لکھوں کیا میں زیبایش اُس آنگی
وہ رشک فلک طرز دوکان کی

نہ دوکان تھی بلکہ گلزار حسن
وہ یک شعلہ زن اُسمیں انوار حسن

کہ یعنی خجستہ لقا کی وہاں
دھری تھی زبس مورتِ آرام جاں

کیا اُس کے عالم نے جوں برج مہ
بساطِ زمیں کو تجلّی کدہ

وہ بلّور کے شمعداں دھاگئی | وہ طرفہ ہر یک کی بناوٹ نئی

ادھر اور ادھر جلوہ افروز تھے | فروزندہ از شمع جاں سوز تھے

وہ دو کان آفت کی یک لہر تھی | وہ مواج با فتنۂ دہر تھی

زبس روشنی کا نوا در ظہور | نگاہوں کے شعلے ہوں لب زیر نور

پڑی شاہزادے کی اُس پر نگاہ | سماں دیکھ تصویر کا ہوش کاہ

ہوا ایک نظر سے وہ بے ساختہ | وہیں اُسکے عالم پہ جاں باختہ

زبس حسن نے اُس گھڑی بے درنگ | کیا پار سینے سے اُسکے خدنگ

تب اُس جادوے ہند کے رو برو | ہو مجروح تیغ جفا مو بمو

گرا خاک ذلت پہ با اضطراب | تھا ہم رنگ مذبوح بے صبر و تاب

غرض جسگھڑی وہ مہِ نا تمام | ہماے فلک مہر گردوں خرام

اُتر چرخ سے قید آلام میں | پھنسا ہی مصیبت کے اُس دام میں

اُس عالم میں دیکھ اُسکو جادوے ہند | تبسم سے لب ریز کر کوے ہند

ہوئی کامرانی سے سرشار ہو | مطالب سے سرگرم یکبار ہو

اُسے پاس اپنے بلا اُس گھڑی | بتعظیم و حرمت بٹھا اُس گھڑی

زبس تھی وہ مشتاق دلدار کر | پھر احوال معشوق اظہار کر

لگی

لگی کہنے گر محو دلدار ہے — تصدق جاں اُسی کا خریدار ہے

تو فرصت غنیمت ہے اِس آن میں — لجاتی ہوں اِس دم پرستان میں

وگرنہ ہوا خواہ شہر و دیار — تو دشوار تر پھر ہے وصل نگار

یہ سن شاہزادہ سخن ایکبار — گرا اُسکے قدموں پہ بے اختیار

وہ کہنے لگی سر اُٹھا اُس کا پھر — مرے ساتھ چل اب نہ قدموں پہ گر

پرستاں کی سیر سے شاد ہو — رہے داغ محنت سے آزاد ہو

وہ تہ خانہ دوکاں میں جو وہاں — بنایا تھا اُس ماہ وش نے نہاں

کر اسباب مدفوں اُسمیں تمام — ہو راکب بہ بالائے گردوں خرام

سبا سیر پر اُسکا را اُسے — تھا ساتھ لے با مدارا اُسے

اُسی شب پرستاں کی راہ لے — لگی شاہزادے کو ہمراہ لے

سحر ہوتے پہنچی اُسی سمت جا — قریں تر ز باغ خجستہ لقا

اُتارا ہے اُس ماہ آفاق کو — کرے شاد تا جان مشتاق کو

زبس تھی سفر وہ سعادت نصیب — تھا ہمراہ تحفہ سفر کا عجیب

او رفت ہمچوں جانِ تن از جسم جا کجا — صد داغ حیف بر دلِ اہلِ وفا نہاد

کدھر ہے تو اے ساقی مہ جبیں — جدائی نے تیری کیا ہے حزیں

نہ سوجھی ہے غم کے سوا گفتگو
دماغوں سے کافور ہی کی بو

پلاوے ہی سب کو یہہ گردوں دوں
کبھو ساغرِ می کبھو جام خوں

نہ نت کام بخشی ہے ہمدم کہیں
ہے شادی کہیں اور ماتم کہیں

یہاں کا یہہ قصّہ یہاں رکھہ ذرا
سناتا ہوں احوال دولت سرا

کٹی خواب غفلت میں شام الم
قیامت وہ لے آئی ہے صبحدم

کسو کی کھلی آنکھہ اپنے میں وہاں
تو کیا دیکھے غایب ہے مہر جہاں

تہی خانہ از شمع جاں بخش ہے
نہ وہ ماہ طلعت نہ وہ رخش ہے

نظر کر یہہ احوال ہو دردمند
ہوئی ہمدم نعرہ ہاے بلند

پڑی اُس کی آواز ہر کان میں
ہوئی حشر برپا گلستان میں

اٹھی ہجا کوئی خواب سے ہڑبڑا
کسو نے لیا سر پہ دولت سرا

طمانچے سے کس نے کیا منہہ کو لال
ہوئے کس کے مجروح ناخن سے گال

کوئی سر برہنہ پریشان تھی
کوئی دیکھہ ماتم یہہ حیران تھی

کسو نے کہا گھر ہوا بے چراغ
کہا کس نے ویراں ہوا ہی یہہ باغ

کوئی غش میں آکر کہیں گر پڑی
کوئی نقش قالیں ہوئی اُس گھڑی

کہیں چھائی چہرے پہ غم کی گھٹا
وہ بکھرے کہیں زلف جوں اژدہا

کسو نے رکھا اپنا زانو پہ سر | کوئی پھر رہی تھی ادھر اور ادھر
جگر سے کہیں آہ نکلی ہے سرد | سنایا کسو نے کہیں دل کا درد
کوئی آہ سے دل جلانے لگی | بصد غم کوئی بلبلانے لگی
وہ نالاں کوئی اور گریاں کوئی | وہ بسمل کوئی اور بریاں کوئی
نہ غم کے سوا کچھ واں بات تھی | فغاں سے وہ معمور اوقات تھی
نہ سوجھا کہیں کچھ تو جاسوس شاہ | ہوئیں حال گویاں بصد درد و آہ
وہیں دوڑ آیا جہاندار وہ | مصیبت زدہ ہو کے یکبار ہو
لگا لوٹنے خاک پر بس وہاں | تھا بیتاب جوں شعلۂ خس وہاں
وہ خواجہ سراؤں نے ہو تلخ کام | لیا ہے اس آفت میں گرتے کو تھام
کہا سب نے صابر ذرا ہوجیے | نہ غم سے ہلاک آپکو کیجیے
ہے اغلب سحر کو بہ بالا رخش | وہ مہر جہاں نیر کام بخش
کہیں سیر پر آگیا انکا جی | تو گھر سے نکل ہو گئے مختفی
سواروں کو ہر سمت بھجوائیے | سناتے ہیں مژدہ خوشی کا آئیے
یہہ سن شاہ تب ہو کے خاموش واں | ہوا ہے خبر جو بصد گوش واں
سواروں کا حاضر تھا اس جا فسوں | خبر سن ہو یکبارگی بے سکوں

سبھی دوڑے ہر سمت یاں گرد اٹھا
ہوئی خاک صرف سم باد پا

زمیں سے گیا ہی فلک تک غبار
نظر سہمگیں کر یکا یک غبار

ہوا قیرگوں چشمۂ نور مہر
ہوا خاک آلودہ روے سپہر

سواروں کے روندے وہ شہر و دیار
ہوا پارۂ عرصۂ کار زار

وہ خلقت کا طرفہ تھا یک ازدحام
زمیں حشرگہ ہوگئی ہی تمام

دُعا لب پہ صور سرافیل تھی
جہاں اُس سے ہمدوش تخلیل تھی

زبس نعل گھوڑوں کے آتش فشاں
عذاب قیامت کے تھے ہم نشاں

غرض پھر پھرا کر بدور جہاں
عبث خاک بیزی کئی سب نے وہاں

نشاں لعل نایاب کا پر کہیں
نہ پیدا ہوا ہی بروے زمیں

پدر اُس مصیبت سے حیران ہو
رہا ہی نہایت پریشان ہو

لگا سب سے پھر کہنے اے دوستو
وہ تاجر کہاں ہی خبر اُسکی لو

کہ جس نے فلک سیر لا بار کی
کئی نذر گذرانی سرکار کی

وہ واقف ہو شاید کہیں حال سے
ملے کچھ نشاں اپنے اقبال سے

کئی حکم سنتے ہی دوڑے اُدھر
تو خالی دکاں آئی سب کے نظر

ہوا پھر یہہ احوال اُسکا عیاں
کہ اِس شخص کا شب سے ہی گم نشاں

موحش خبر سن یہہ یکبارگی — ہوئی شہ پہ موردِ بیچارگی

رہا اُس گھڑی سخت مایوس ہو — طپاں غم سے جوں شمع فانوس ہو

یہہ چاہا ریاست سے دھو بیٹھے ہاتھ — رہے شاد ہو دلق پوشی کے ساتھ

وزیروں نے کر عرض خدمت میں دہا — رکھا اُس کو سمجھا بہت وہاں

غرض سب کے کہنے سے وہ نیک نام — رہا ہر نمط دامنِ صبر تھام

خدا ہی سے آخر لگا دھیان وہ — شکیبا رہا ہو کے اُس آن وہ

توانائی تک در ورودِ قضا — کیا صبر اُس نے بحکمِ رضا

راہی و مژدہ گو ز ملاقات ہدہد — باغی و افراح شمال و صبا بہار

صراحی میں غنچے کے باآب و تاب — پلا ساقیا بادۂ مشک ناب

وہ دو ناشہ جس کا پُر ذوق ہو — فزوں دم بدم شعلۂ شوق ہو

رہوں در رکب تک برارام دل — الٰہی میسر ہو اب کام دل

کٹی ہی یہاں انتظاری میں شب — سحر خندہ رو جس کی تھی یہ طرب

یکایک ہوئی ہی جو وارد صبا — بگلزار بخت خندید لقا

دکھا اِسکی نکہت نے طرفہ ظہور — ذرا دل کو بخشا ہی اُسکے سرور

ہوا وہ شفا بخشِ بیمار تھی — گویا بوے پیراہن یار تھی

خجستہ لقا گھر سے اُس آن میں
خراماں ہوئی ہے گلستان میں

تفرّج کے عالم میں باکیفیت
تھی ہمدوش از عالمِ فردیت

اُس اثنائے سیرِ چمن میں وہاں
شگفتہ ہوا بخت کا گل یہاں

کہ یعنی سرِ ہر طرفہ درخت
تھا جنبیے کا طوبیٰ نمط تازہ بخت

پُر و تر باطوارِ چترِ شہاں
سدا سایہ گستر بسانِ ہماں

بدورِ چمن سر بسر دل فریب
ربودہ برفعت ز گردوں شکیب

لہکنے سے اُسکے چمن زار پر
تھی مورودِ مستی ہر اشجار پر

وہ پھولوں کے عالم سے دہکا ہوا
تھا خوشبو سے ہر آن مہکا ہوا

کوئی زاغ مخموریِ افزائے دل
سیہ مست سنبل سویدائے دل

لگا آشیانہ مکیں تھا وہاں
سرِ شاخ خانہ نشیں تھا وہاں

ہما جسکے سائے کا مشتاق ہو
رواں سوے پستی ز آفاق ہو

سوادِ گلستاں میں اُسکا وجود
سیاہی تھی آنکھوں کی گویا نمود

وہ یک چہرۂ باغ کا خال تھا
چمن اُس سے نازاں بہر حال تھا

وہ زاغ اُس پری کو گلستاں میں
خرامش کناں دیکھ اُس آن میں

نکل آشیانے سے باصد فرح
ہلا دُم وہ رقاص ہو بے طرح

بفرخندگی مخبر راز ہو | لگا کوکنے نغمہ پرداز ہو

وہ کوئے کی آواز اُس آن میں | پڑی اُس گل اندام کے کان میں

لگی کہنے تب دلمیں وہ خوش خصال | الٰہی مبارک ہو یہہ نیک فال

تڑپتا ہی سینہ اِس آواز پر | فدا دل ہی اِس نغمہ پرداز پر

وہ شاید مری آج جاوے دہند | پرستاں میں آجاوے از سوے ہند

یہہ کہہ ہو خراماں بسوے درخت | اُسے دیکھ گویا بروے درخت

کیا یوں بصد شوق اُسنے خطاب | ای مرغ سیہ فام مشکیں خضاب

زباں سے تیری آج سن خوش مقال | طلب میں نے کی بخت سے اپنے فال

اگر آشب ملے مجھ سے با کام جاں | وہ ماہ جہاں تاب آرام جاں

تو یک موتیونکا بسیرا بنا | وہ مقیش کا اُسپہ سہرا چڑھا

میں تیار تیرے لئے کر یہاں | اُسے لا رکھونگی شجر پر یہاں

ہر ویسا کہیں پھر بنے بے بدل | درخت زمرد پہ موتی محل

تو ہر آن اُسکا مکیں ہو رہے | بصد عیش خانہ نشیں ہو رہے

وہ میوونکی ہر بار بھر جھولیاں | میں بھجواؤنگی سن تیری بولیاں

ہر یک آن نعمت تو کھایا کرے | سدا عیش سے دم ہلایا کرے

مرا جس طرح خانہ آباد ہو | ترا خانۂ عیش بنیاد ہو

یہہ کہتے ہی اتنے میں جادوے ہند | لے رخصت زِ شہزادۂ دردمند

ہوئی وارد اس باغ میں اس گھڑی | وہیں پہنچی تھی وہ پری جہاں کھڑی

وہ کوٹھے سے جو کر رہی تھی خطاب | بگوش طرب سن وہ نغمہ شتاب

اس عالم میں جا اسکے قدموں پہ گر | رکھا جادوے ہند نے اپنا سر

یہہ طرفہ سماں دیکھہ وہاں یک بیک | گئی ہے وہ شمشاد قامت جھجک

جو دیکھا تو آئی وہ محرم نظر | اٹھا تب لیا اس نے ہمدم کا سر

گھڑی ایک اسدم بغل گیر ہو | ملی ہیں بہم شکر و شیر ہو

پھر اس شاہزادی کا وہ تھام ہاتھ | لگی مسکرا کہنے عشرت کے ساتھ

ای ماہِ فلک نیّر برج حسن | گرامی قدر گوہرِ دُرج حسن

ترے چاہنے والے کو لے آئی ہوں | بڑی سعی سے یہاں اڑا لائی ہوں

مبارک تجھے صحبت اس یار کی | سدا ہمدمی اس طرحدار کی

یہہ سن مژدۂ عیش تب مسکرا | دیا ماہ نے شرم سے سر جھکا

یہہ دل ہو گیا شاد ماں اس قدر | کہ لکھنا محال اسکا ہی سر بسر

اسے دیکھہ نو وارد اسدم وہاں | سبھی دوڑ آئی ہیں ہمدم وہاں

ہوا گرد ہم صحبتوں کا ہجوم ۔ پڑی اُسکی آمد کی گلشن میں دھوم
کوئی غنچہ ساں اُس سے ہمدوش تھی ۔ کوئی اُسکے ملنے سے پرجوش تھی
کسو نے کہا چل اری بیوفا ۔ گئی تھی کہاں سب کو دیکر دغا
تھی صدقے کوئی اور واری کوئی ۔ چلی آئی از بے قراری کوئی
کسو نے جتائی محبت وہاں ۔ تھی پرساں کوئی از حقیقت وہاں
کسو نے کہا میں نے دیکھا تھا خواب ۔ ہوئی بات سچی مری وہ شتاب
کسو نے کہا تھی نہ آنیکی آس ۔ کسو نے کہا بن ترے تھی اُداس
غرض جادوئے ہند با خوشدلی ۔ جہانتک تھا منظور سب سے ملی
پھر آخر جو برخاست صحبت ہوئی ۔ بہم حاصل یکبار خلوت ہوئی
خجستہ لقا سے بدل بستگی ۔ کہا اُس نے سب کچھ باہستگی
لگی کہنے بعد اُسکے اُسدم وہاں ۔ یہہ ہی آرزو میرے دل میں نہاں
ذرا آج تو کرکے اپنا بناو ۔ مجھے حسن کا اپنے دکھلا سبھاو
کئی دن سے حاصل ملاقات ہے ۔ یہی تجھکو دیکھوں تری بات ہے
ترے گھر میں آیا ہی مہمان آج ۔ یہہ طرفہ ہی دولت مری جان آج
اُسے شب کے ہونے میں لاتی ہوں اب ۔ مطالب سے تجھکو ملاتی ہوں اب

یہہ سن خوش خجستہ لقا ہو گئی | پہ غواص بحر حیا ہو گئی

اگرچہ وہ مشتاق و سرگرم تھی | پہ نا دیدہ کچھ مایل شرم تھی

وہ خلوت کا عالم تھا یکسر حصول | گھڑی چار عرصہ ہوا اُسمیں طول

تب اُس مہ کے دلمیں یہہ گذرا تھا | کہ تنہا وہ عاشق ہی شاید دلا

کہیں اُس پہ وارد ملالت نہ ہو | وہ تنہائی سے خستہ حالت نہو

حیا سے رکا دل تو کچھ رہ اُٹھی | پہ خجلت زدہ ہو کے یہہ کہہ اُٹھی

یہاں تم ہو فارغ ز احوال غیر | وہاں کوئی تنہا ہو یادش بخیر

میاں صرف غفلت گذاری ہی تھی | بھلا کیسی یہہ مانداری ہی یہہ

سخن سن وہ جادو دہند اسلکھ گئی | بلائیں لے یکبارگی ہنس پڑی

لگی کہنے پھر اُس سے ای مہ جبیں | کئی دن سے ہم آج ہیں ہمنشیں

ابھی سے محبت مگر کم ہوئی | گراں تم کو صحبت یہہ یکدم ہوئی

جس عالم میں ہمدوش دلدار ہو | عجب کیا اگر ہم سے بیزار ہو

اشارے و رمزیں یہہ آپس کر | گئی لیکے رخصت وہ مہوش اُدھر

وہ خفیہ جو سب سے تھی راہ اک | قریب اُس کے حجرہ تھا دلخواہ اک

اُسے بیشتر ساز و سامان سے | بنایا تھا زیبا گلستان سے

مقرر یہہ ٹھہرا کہ شب کو وہیں | اُسے کیجیے لا کے خلوت نشیں

کہ تا کس پہ ظاہر نہ کچھ بات ہو
وہیں محفل آرائی ہر رات ہو

آن حلّہ پوش شعلہ بجان جا فکند | این خوش خرام شمع ببزم ضیا نہد

پلا مجھکو ای ساقیٔ نوجواں | بجام بلوریں مئے ارغواں
کھلے غنچہ ساں جسکے پینے سے دل | شگوفے مرادوں کے سب جاویں کھل
کہاں پھر جوانی کہاں پھر یہہ چمن | غنیمت فرح حاصلِ جانبین
چمن ہر دو جانب یہہ دہکا ہوا | ہے بوے محبت سے مہکا ہوا
واں حسن کی صورت آرائی ہے | قیامت یہاں صرف رعنائی ہے
رہے جام خورشید با صد طرب | تھا لبریز از انتظارے شب
لکھوں اس طرف کا میں کیا ماجرا | وہ دریائے خوبی خجستہ لقا
نہا دھو سر شام با آب و تاب | ہوئی کاسۂ رونقِ ماہتاب
وہ جوبن کا عالم وہ اُسکا سنگار | جوانی کے عالم کا تازہ بہار
نزاکت سے مملو سراپا وہ جسم | حقیقت میں تھا موج بحر طلسم
کیا تسپہ زیور نے طرفہ ستم | ہوئے آب و آتش کے شعلے بہم

قیامت کا برسا ہی چہرہ پہ نور ہوا قد سے پیدا دو دور نشور

ادا اُنکی خوبی ادا ہو کہاں دو صد فتنے زیر قدم ہوں جہاں

ہوا ہر صفت سے رونق افزا حسن ہوئی بے مثل عالم آرائے حسن

لکھوں اُسکے جلونکا کیا اقتدار گدائی کرے جسکے در کی بہار

کھنچے موئے مشکیں صفائی کے ساتھ ملے جسکے عالم پہ شب بدر ہاتھ

وہ آنکھونکی مستی وہ کاجل کا آب کیا زیر نرگس غزالوں نے خواب

وہ مستی کا عالم وہ ہونٹونکا رنگ بزیر شفق موج بحر فرنگ

بھری مانگ تاباں وہ موتی سمیت لگا اوج گردوں پہ تارونکا کھیت

کرن پھول اور بالیونکا وہ تول بزیر بنا گوش پروین کا غول

وہ تکمے کی تابندگی از گلو نہ دیکھا یہہ تارا سحر نے کبھو

جواہر کی مالا زمرد کے ہار کرے جس پہ قوس قزح جاں نثار

وہ ڈلرے کے عالم سے بیتاب ہو رہی برق ہم شکل سیماب ہو

وہ سینے سے جو دھگدھگی مل رہی کیا مہ نے دیکھ اُسکو قالب تہی

وہ جنبہ کلی اور وہ گلسری ہوئیں کھینتیاں اُس سے تن کی ہری

لکھوں نور تن کا میں کیا اسکا زیب ہوئے جس سے بازو دو عالم فریب

وہ ساعد کا عالم وہ پہنچی کا نور　　دلوں سے اٹھا وے جہاں دست حور

وہ چھلے وہاں زیب انگشت ہو　　رہے خاتم حسن یک مشت ہو

جواہر کے پازیب رشک بہار　　ہوئی جس سے روئے زمیں شعلہ زار

وہ پشواز کی چین آفت کی لہر　　گرے جس سے گرداب حیرت میں مہر

وہ انگیا و کرتی بصد آب و رنگ　　ہوا جس کے شعلے سے ہوجاوے دنگ

وہ تہ سرخ نیفے کی ابھری ہی گل　　کہے تو کہ غنچہ کھلے مثل گل

جھلک بند رومی کی ملبوس سے　　تھا شعلہ عیاں شمع معکوس سے

وہ دامن سے اس پائجامے کا نور　　سنہری شفق سے تھا مہ کا ظہور

لکھوں اوڑھنی کی میں کیا اختراع　　ہو نادم قمر دیکھ اسکی شعاع

وہ مہکا ہوا عطر سے سب وجود　　تنکو نے پڑھیں دیکھ جسکو درود

چمن حسن کا غیرت روئے باغ　　بسے عالم روح کا جہاں دماغ

وہ سنگار دل جیب و حسن جہاں　　قیامت رہی دیکھ منہہ دنگ وہاں

وہ جوبن کا عالم وہ طرفہ بہار　　ہوا آتش انگیز یک شعلہ زار

خواصوں نے کر محل آراستہ　　کیا مطلع ماہ نا کاستہ

وہ پردے سراپا جواہر میں غرق　　ہوئے جلوہ افروز ہمتا برق

چھپر کھٹ مرصع کا یک بے بہا — رہے مہر ہو جس سے محوِ ضیا

کھنچی چاندنی چاندنی سی وہ صاف — یہ عیش گویا تھا صرفِ غلاف

وہ پھولوں کی یک چادر از یاسمن — رہی چاندنی پر برنگ چمن

بچھی خواب گہ سے ملی عنقریب — نئی طرز کی اک مسند عجیب

وہ تکیے دھرے خوش نما چار سو — خجل قرصِ مہ جن کے تھے روبرو

وہ برپا شمعداں برنگ بہار — وہ مینا کے پردے جواہر نگار

لگے گرد اویزے بلّور کے — تراشیدہ ہر یک نئی طور کے

چراغاں شب افروز باآب و تاب — ہوا نور کا یک سماں انتخاب

دھرے لخلخے سو بسو بے بہا — ہر یک سمت خوشبو سے مہکا ہوا

کہیں عطرداں اور کہیں پاندان — دیے جن قرینے سے اپنے وہاں

وہ پھولوں کے گجرے بنے بے نظیر — چنگیروں میں ہر سمت زینت پذیر

رہانے طلاکار رنگِ چمن — دھری خوش نما مثنویِ حسن

وہ بلّور کے جھاڑ ہر طاق پر — درخشاں تھے تارے سے آفاق پر

دھری جو ہر یک سمت خوبی میں فرد — در و لعل و الماس و نیلم کی گرد

دگر سمت شطرنج یک بے بہا — جواہر کے مہرے بنے دل ربا

لگے آئنے سو بسو زر سرشت
محل اُس سے تاباں زرنگ بہشت

سمایا عجب عالم نور تھا
ز حجرہ دیک حجلۂ حور تھا

لگا برف میں مے کے شیشے نہاں
الگ لیکے ساقی کھڑا تھا وہاں

غرض شے ہر یک زیب و زینت کے ساتھ
قرینے سے موجود عزت کے ساتھ

جو کچھ بہر عیش اُسکو درکار تھا
بہر سمت لاریب تیار تھا

وہ خاصہ وہاں ہوشیاری کے ساتھ
چُنا تھا ایک آبداری کے ساتھ

خجستہ لقا نو نہال چمن
چراغ خرد سوز ہر انجمن

وہ مونڈھے پہ یک پانو رکھ بیقرار
کھڑی در پہ تھی غیرت شعلہ زار

نگاہیں چقوں سے وہاں پار تھیں
ز بس انتظار رخ یار تھیں

کہ اتنے میں آئی وہ جادوئے ہند
تھا ساتھ اُسکے شہزادۂ روئے ہند

ولے تھا سراپا بزیر نقاب
نہاں ابر پارے میں جوں آفتاب

اشارے پہ لیلیٰ کے اُس آن میں
بٹھایا ہی مسند پہ دالان میں

ہوا عالم افروز مسند پہ مہر
خجل جس سے نت آفتاب سپہر

وہ اس شان سے تھا مربع نشیں
اٹھا دے جہاں داغ مہ ز جبیں

وہ جلوہ عجب اُس کے قامت کا تھا
ز جلوہ وہ شعلہ قیامت کا تھا

وہ گورا بدن صبح آفاق گیر
ہر عضو جہاں تاب سورج نظیر

زہے عالم حسن گیتی فروز
ہم آغوش با فتنۂ نیم روز

بہار جوانی کا طرفہ اُمنگ
گلوں کا تھا خانہ بدوش اُسنے رنگ

سجا سر پہ جیرا وہ یک بے بدل
جہاں سر کو پٹکے جگر کھا کے بل

وہ نیمہ تمامی کا سنجا فدار
بحالت دہ پٹکہ شعلہ زار

نظر کر بہار اُس کمر بند کی
تھی لرزاں کمر کوہِ الوند کی

گریباں سے تاباں وہ تکمے کا نور
تھا مطلع سے نجم فلک کا ظہور

جواہر کی کلغی وہ سورج کا دل
وہ موتی کے لٹکن سے پروین خجل

متاع جوانی ترازو نشیں
عدد نورتن کے دو بازو نشیں

وہ مالا ثریا نفس برق وش
کواکب کو دیکھ اُسے آجاوے غش

پڑی ایک خنصر میں انگشتری
رہے آب دیدہ جہاں مشتری

حنا دست بوسی سے ہو سرخ رو
گری پانو پر جا بصد آرزو

غرض ہر طرح حسن کو دیکے زیب
تھا مسند نشیں وہ قیامت فریب

محل کا سماں دیکھ رشک بہار
رہا حسن معشوق کا انتظار

نگاہوں کا عالم تھا بے ساختہ
ز ہر سمت اُس در پہ جاں باختہ

ہم خانہ کس نہ دید فراق و وصال را
جز بزم گاہ عشق مزاج دو حیا نہاد

پلا ساقیا بادۂ زرنگار
بہار چمن ہے جواہر نثار

زہے ہم قرانِ سعد ہے سما
مہ و مہر ہیں ہر دو جلوہ نما

پہ ساغر عجب شعلہ انگیز ہے
مئے انتظاری سے لبریز ہے

کسو نے تہ آسماں یہ کہیں
نہ دیکھا ہے نظرہ سماں یہ کہیں

تھی یہاں جلوہ آرا خجستہ لقا
وہ مسند پہ بیٹھا تھا وہ دلربا

وہ منقش کی دریہ یک بے بہا
پڑی جس پہ تھی گویا رنگ ہوا

ادھر سے جو اس ماہ نے ایکبار
کئی آنکھیں وقف تماشائے یار

عیاں گلبدن کی وہ رعنائی دیکھ
قیامت سی یک حسن آرائی دیکھ

رہی شعلہ آسا یہ بیتاب ہو
ز سر تا قدم مثل سیماب ہو

دکھا عشق نے اپنا انداز کچھ
کیا بے حجابی سے دمساز کچھ

ہو پروانہ آسا لگا کہنے دل
اٹھا پردہ اس شمع سے ایک پل

ولے شرم نے اسکا چھوڑا نہ ساتھ
حیا نے لیا تھام یکبار ہاتھ

جھکا سر بحیرت وہ رشک چمن
عرق میں گئی ڈوب جوں یاسمن

حیا عشق باہم تھے بے جنسیت
بنی جو اور ترکیب کیفیت

نہ اُنسے بعجلت نہ یارائے صبر — وہ شوخی ستم اور شکیبائی جبر
ولیکن حیا ہوکے غالب وہاں — ہوئی ہمدم جان بقالب وہاں
غرض شرم حایل یہاں اِسطرح — وہ مشتاق بسمل وہاں اُسطرح
یہہ ہم رنگ پروانہ پردیکے اوٹ — کیا عشق نے دل اُدھر لوٹ پوٹ
یہہ وصل وجدائی تھی اُس آن میں — کھڑی رو برو اِنیک دالان میں
بس اِتنائے دوری میں جادو ہے بند — کہ حاضر تھی پیشش مہ روے ہند
اُٹھا درمیاں سے وہ پردہ شتاب — کیا دور فرقت کا اُس نے حجاب
وہ پردیکے اُٹھتے ہی یکبار وہاں — یہہ قدرت کے نکھرے ہیں انوار وہاں
دو دریائے اُلفت دو مست از شراب — دو بے تاب یعنی مہ و آفتاب
ربس نے ملائے ملے دو بدو — وہ مشکل عقدے کھلے دو بدو
ذرا دیکھ لو صنعت کردگار — کہ تنکے کے ہیں اوٹ سب کو پہاڑ
وہ قدرت عجب اُسکی لاریب ہے — سوا اُسکے کون عالم الغیب ہے
جہاں اُسکی بخشش کے کھلتے ہیں باب — یکدم رفع ہوتے ہیں سب حجاب
ہو فضل اُسکا جو بین الیدین — ہے تنکا وہاں دور مشرقین
غرض وہ پری ہردو مشتاق کو — ملا تشنہ تیغ آفاق کو

پھر اُس بعد اُس ماہ کا تھام ہاتھ　　برِ پہلو بٹھا دو غریبوں کو ساتھ

بہانے سے باہر وہ رخصت ہوئی
رہی غیر سے بزم اُلفت ہوئی

فرد

آن از وصالِ یار دو صد جا تازہ یا　　این دل بکام بخشی آن دلربا نہاد

پلا اُسکے ساقی مجھے جام وہ　　جو پیتے ہیں باہم گُل اندام وہ

کہ جسکا وارد بطرفین ہے　　اُسے وصل حاصل اسے چین ہے

زہے با سعادت بدورِ سپہر　　بیک برج ہیں ہمقراں ماہ و مہر

شب وصل یا لیلۃ البدر ہے　　فدا اُسکے جلوے پہ شب قدر ہے

ملی ہے یہ مجنوں سے لیلا یہاں　　دیے عشق نے پانو پھیلا یہاں

یہ رنگیں چمن دیکھ جنت سرشت　　ہیں خجلت زدہ ساکنانِ بہشت

خجستہ لقا شمع ایوانِ حسن　　سراپا نہالِ گلستانِ حسن

اُس عالم میں مہوش شہزادہ تھا　　رہی ہے جو پیوند شمشاد تھا

دکھا اُسکے جلوے نے طرفہ ظہور　　کیا بزم عشرت کو گلزارِ نور

ہوا رشک گردوں وہ خلوتکدہ　　کریں جسکے عالم پہ غش مہر و مہ

وہ جلوہ ملک کا تھا یا حور کا　　سماں بن گیا عالم نور کا

لکھوں کیفیت کیا میں اُس آن کی | ہر یک بزم آرائے ذی شان کی
وُہ سرو چمن آیتِ حسن و عشق | بمیدانِ دل رایتِ حسن و عشق
نزاکت سے یکسر خزا اپنا جسم | تھی غارت گرِ خوبیٔ ہر طلسم
وُہ چہرے کا عالم قیامت نشان | برنگ چمن از عرق دُر فشان
وُہ انچل سے روپوش مکھڑا غضب | مہ چار دہ جلوہ آرائے شب
کرشمے نزاکت کے زیب جمال | کیا ہر فن دلبری نے کمال
غرض شاہزادہ بصد آب و رنگ | رہا دیکھہ منہہ اُسکا حیرت سے دنگ
نہ کچھہ حسن کی تھی یہاں بھی کمی | صباحت ملاحت سے تھی ہمدمی
وُہ مہ تھی یہہ خورشید ایوان تھا | وُہ گلبن یہہ سرو گلستان تھا
وُہ شمشاد قامت یہہ نخل چمن | وُہ شمع طرب یہہ گل انجمن
وُہ غارت گرِ دل یہہ آرام جان | وُہ کانِ جواہر یہہ الماس کان
پری زاد تھی وہ یہہ انسان تھا | وُہ بلقیس تھی یہہ سلیمان تھا
سراپا وُہ دریاے خوبی میں غرق | یہہ بحرِ لطافت قدم تا بفرق
وُہ دیباچۂ نسخۂ دلبری | یہہ عنوان سرنامۂ سروری
وُہ ناز و کرشمے کی طرفہ کتاب | یہہ حسن و جوانی کا یک انتخاب

فدا اُسکی قامت پہ ہر نونہال | تھا صدقے دل کبک دیکھ اسکی چال

غرض ہر دو مشتاق عالی جناب | تھے مخمور یکدم ز جام حجاب

پھر آخر کو بے خود سے ہو مست | ہوئے ہر دو جانب سے عاشق پرست

تبسم تکلم سے باکام جاں | ہوئے عشرت افزود آرام جاں

ہوئے ہر دو یکسر خریدار عیش | ہوا داربا وہ گلزار عیش

میان دو مستانہ روزگار | رہا گرم ہنگام بوس و کنار

تھا محجوب چہرہ دوئی کا وہاں | نشاں گم تھا ما و توئی کا وہاں

محو وصل پی پی کے مسرور ہو | زہے جام عشرت سے مخمور ہو

کٹی شب اس آرام اور چین میں | سحر آگئی طرفۃ العین میں

عیاں صبحدم کے وہ آثار دیکھ | دل مرغ نالاں گرفتار دیکھ

چلی آئی حجرے میں جادو سے ہند | بسوے سہی قامت رو سپند

روانہ ہوا ہی وہ محرم کے ساتھ | رہی ہے یہ ہمدوش ہو غم کے ساتھ

گیا ہی وہ ہو نیم بسمل اُدھر | پھنسا قید میں طایر دل ادھر

پھر اس اپنے معمول کے حسب حال | سر شام وہ ہر اوج وصال

لگا آنے اس مہ کے ایوان میں | نہاں سب سے ہر شب شبستان میں

روسرو گلستان خوبی شگرف — لگے کرنے اوقات عشرت میں صرف
پھر چار تک زندگانی سے حظ — اٹھانا انھیں نوجوانی سے حظ

سحر گہ گرفتار آلام ہو
تڑپنا جدائی سے ناکام ہو

ناگاہ چرخ تیغ برآورد از نیام — بر جریدهٔ مطالب برآشنا نہاد
آن شد بدست مادر نامہربان اسیر — این رخت از تراب بادج ہوا نہاد

کسی خم سے غارت گر صبر و تاب — پلا ساقیا بادهٔ مشکناب
زمانے کی سازش ہے بے اعتبار — بیا شعبدہ بازی روزگار
نہ منظر نہ خیام فلک — نہو غافل از انتقام فلک
معدل بقدر نہووے کہیں — جو ہونی ہوئے بن وہ رہتی نہیں
لکھوں ایک شب کی میں کیا واردات — کہ عشرت کدہ میں کہیں ایک رات
طرب کا تھا عالم بجلوہ گری — تھی سرگرم ہنگامۂ دلبری
ہر سمت جلوہ تھا یک نور کا — سماں ہم نفس عرصۂ طور کا
نہ محفل جوانی کا گلزار تھا — نہ وہ بزم عشرت کا بازار تھا
خجستہ لقا نونہال چمن — چراغ دل و دیدۂ انجمن

مئے عیش و راحت سے مدہوش ہو — چمن زارِ قدرت سے ہمدوش ہو

ہو ہم مشعلہ مہرِ قیامت کے ساتھ — تھی محفل نشیں سروِ قامت کے ساتھ

وہ حسن و جوانی وہ دورِ شباب — بیک برجِ تاباں مہ و آفتاب

وہ جلوت کا عالم زِبس جانفزا — وہ سرگرم ہنگام ناز و نیاز

وہ منظورِ دل دادۂ یکدگر — لئے عشق آمادۂ یکدگر

شرابِ محبت سے سرشار ہو — مئے وصل سے مست یکجا رہو

چھپر کھٹ پہ آرام و راحت کے ساتھ — ہم آغوش تھے استراحت کے ساتھ

دکھایا اثر کچھ مئے ناب نے — کئی چشم بندی شکرِ خواب نے

لے فوج اپنی نوم اس شبستان میں — ہوئی خیمہ زن نرگستان میں

بصد عیش دو شمع محفل وہاں — ہوئے اپنے جلوے سے غافل وہاں

یہاں اس طرح مسند خوابگاہ — تھی پُر زیب از پیکرِ مہر و ماہ

اُدھر چرخ نے از پئے انتقام — کئی تیغِ فرقت الم از نیام

کہ یعنی بازوئے فلک ماہتاب — درخشاں تھا اُس شب بصد آب و تاب

تھا یک جلوہ آرا بدورِ فلک — سماں نور کا از سما تا سمک

وہ تابندگی میں دُر و دشت سب — تھے پُر نور جوں صحنِ گلگشت سب

اُس عالم میں ماں اُسکی زہرہ جبیں | جہاں بانوِ سر حلقۂ نازنیں

نہاں جس سے خلوت کا اسرار تھا | مخوّف دل ماہ ہر بار تھا

خواصیں لئے اپنے ہمراہ چند | تفرّج کے عالم سے تھی سربلند

ہوا میں بہر سمت کر سیرِ دشت | اُسی رُخ پہ نکلی تھی کر بازگشت

نظر دور سے کرکے عشرت سرا | کہا جا کے لڑکی کو دیکھوں ذرا

اُتر تخت سے سیر کرتی ہوئی | چلی باغ میں آئی پھرتی ہوئی

قضا را خواصیں سب اُس آن میں | تھی خوابیدہ یکسر اُس ایوان میں

پڑی خوابِ غفلت میں بے احتیاط | تھی ہر ماہ رو نقشِ روے بساط

وہ خلوت سرا کی اُسی سمت پر | ہوا اُس پری کا یکایک گذر

جہاں جلوہ گر عالمِ نور تھا | فرشتہ وہ ہم خواب با حور تھا

وہ حیرت زدہ اُس گھڑی ہوگئی | ذرا دیکھنے کو کھڑی ہوگئی

تو کیا دیکھے حیرت کا طوفان ہی | بھرا جوشِ عشرت سے دالان ہی

بچھی ایک مسند ہی زیبِ چمن | چراغوں سے معمور ہی انجمن

لگے آینے سو بسو رشکِ مہر | ہیں جلوے سے ہمتاے روے سپہر

صراحی وہ ساغر مئے ناب سے | ہیں خنداں زبس عالمِ آب سے

مہیا سب عشرت کا ساماں ہی — قرینے سے مرغوب ایوان ہی
وہ پردے وہ از عطر مسکن تمام — گلوں کے معطر ہوں جس جا مشام
چھپر کھٹ بچھا اُنکے ہی بے نظیر — رہے جس پہ صدقے ہو بدر منیر
جواں تس پہ سوتا ہی یک مہ جبیں — دبی اُسکی پہلو میں ہی نازنیں
دو مخمور جام محبت سے ہو — رہے ہیں بغل گیر عشرت سے ہو
کھنچا دونوں دلبر کے تصویر کا — مرقع ہی حسن جہاں گیر کا
بنی ہی عجب شکل اُس ماہ کی — ہی عنوان اُس عالم چاہ کی
سیہ مست آنکھیں ہیں مخمور خواب — پریشان زلفوں کے ہیں پیچ و تاب
کھلے ہیں وہ انگیا وہ کرتی کے بند — کف یار میں سیب ہی بے گزند
وہ سینے کی ڈھلکی ہوئی چین ہی — نشاں خد پہ بوسے کا رنگین ہی
نزاکت سے ڈال اُسکی گردن میں ہاتھ — ہم آغوش ہی اُس سہی قد کے ساتھ
تماشا یہ اُس شمع فانوس کا — کہ تھا خانہ افروز ناموس کا
نظر کر اُس عالم میں زہرہ جبیں — شرربار ہو زیر چرخ بریں
کچھ اک پڑھ فسوں نوجوانکو اُٹھا — دیا پھینک تب اُسنے سوے ہوا
سر رہ پہ اُس مہ کے غیرت کے ساتھ — دو ہتڑ لگا زور و قوت کے ساتھ

زمیں پر گرا تھام زلفِ سیاہ
لگی کہنے کیا رنگ ہے واہ واہ

اری فتنہ پرداز آتش فروز
بلا سے جہاں مشعلِ خانہ سوز

غضب کی ترے سر پہ پھنکار ہے
خدا ہی کی آفت کی یہہ مار ہے

یہہ کیا تو نے پھیلایا یکسر دغل
لئے کس کو سوتی تھی زیرِ بغل

حیا چھوڑ عشرت سے سرگرم ہو
رہی ہے اِس عالم میں بے شرم ہو

نہ آیا تجھے پاسِ ناموس و ننگ
ہوئی تیرے جینے سے اب میں بہ تنگ

تری موت کس بدسلوکی کے ساتھ
لکھی تھی ازل سے گویا میرے ہاتھ

جہاں تک بن آوے میں شتاب آؤگی
قسم ہے مزہ اسکا دکھلاؤنگی

یہہ کہہ کر طمانچوں سے منہہ اسکا لال
کئے پھول سے اُس نے مجروح گال

اس عالم میں اُس مہ کو بے گفتگو
کیا عالمِ عشق نے سرخ رو

خواصوں کی جب آئی نوبت وہاں
اٹھا جوش کھا بحرِ آفت وہاں

چلی اس طرح انپہ یک مار دھاڑ
کہے تو مصیبت کا ٹوٹا پہاڑ

ولے ہو کے آگاہ جادوے ہند
فرار اُس گھڑی کر گئی سوے ہند

پھر اُس بعد ماں اُسکی زہرہ جبیں
ہوا اُس ماہ رخسار پر خشمگیں

اُسے اپنی نظروں سے تحقیر کر
زبس غرق دریاے تشویر کر

لئے ساتھ اپنے روانہ ہوئی
بصد خشم وارد بخانہ ہوئی
کسی تنگ حجرے میں محبوس اُسے
کیا ہی باطوار معکوس اُسے
نہ معلوم وُہ اُس مصیبت سے تھی
گرفتار غم قیدِ فرقت سے تھی
دکھایا ہی قسمت نے اُسکے یہہ رنگ
کئی ہی فلک نے جہاں اُسپہ تنگ
جدائی کی آتش سے ہو سوختہ
تھی جوں شمع نت سینہ افروختہ
غرض دلمیں ہو جس کے اُلفت کی لاگ
دبی اُسکے باطن میں رہتی ہی آگ

دیا خود وُہ یک صورتِ فرق ہی
دل پہرا زپائے تا فرق ہی

ہم از نشیب عشق باوجِ بلا رسید
ہم از فراز روی بجر عنا نہاد
باصد ہزار رنج و محن شد بساحلے
صحرا ہزار خار بجیب قبا نہاد

کسی شمع رو کے مجھے رو برو
پلا ساقیا بادۂ تند خو
ہوائی جو اُس سے نت ادراک ہو
رہے سایہ دوز افلاک ہو
عجب سیر ہی عالم عشق کی
ہی کیفیت ہی غم عشق کی
ہی قطرہ یہاں جلوہ آموز ماہ
ہی خورشید شبنم کا آرام گاہ
بلندی یہاں کی ہی پستی مثال
ہی پستی کا عالم بلندی مآل

پری نے جو پھینکا اُسے بر ہوا
چلا وہ ہوائی سا اُڑتا ہوا

لکھوں کیا حقیقت میں اُس ماہ کی
چراغ سرِ مسندِ جاہ کی

اُسے جذبۂ عشق آتش نشاں
تھا بر اوجِ افلاک دامن کشاں

رہِ بس گرم پروازی سیماب کی
تھی ہمراہ اُس جانِ بے تاب کی

اُس عالم میں از پاے تا فرق آہ سے
بجا ہی لکھوں شعلۂ برق آہ سے

دکھا سیرِ آفاق گردوں پسند
کیا عشق نے اُسکا رتبہ بلند

پڑی سر پہ ہر دم شب داج تھی
مصیبت کی حاصل معراج تھی

لے ہمراہ سب رنج و محنت کی فوج
کیا اُس نے تسخیرِ ماتم کا اوج

رہے آہ و نالے سوار یکے ساتھ
تھا موکب رواں بے قرار یکے ساتھ

وہ طرفہ ہماے فلک رشک طیر
تھا جوں گوئے خورشید بت گرم سیر

دگر بار کھا زخم چوگانِ چرخ
لڑکتا چلا ہی زانوانِ چرخ

نہ پوچھو اُسکے عالم کا شانِ نزول
تھا یک نورِ مہ ہمقرانِ نزول

گویا اوجِ گردوں سے تارا عجیب
زمیں گیر تھا اُسکا را عجیب

چڑھا ہی بلندی پہ محنت کے ساتھ
پھرا سوے پستی یک آفت کے ساتھ

غرض آن میں چرخ نے جانگداز
دکھائے ہیں طرفہ نشیب و فراز

گرا عاقبت بحرِ زخار میں
کسی موج دریائے خونخوار میں

نہ دریا وہ یک غمکا گرداب تھا
بلا اور محنت کا غرقاب تھا

ہو صدمے سے جسکے دل قلزم آب
رہے بحرِ عماں ہو مشتِ سراب

ہر یک سے ہمگیں موج باصد شکوہ
حقیقت میں تھی فرق فرسائے کوہ

وہ لطمے صدا خیز آفات روح
تلاطم سے مرہوب طوفانِ نوح

نہنگوں کا تھا زہرۂ چرخ قوت
تھا ماہی کا لقمہ سدا برج حوت

لکھوں بحر کا کیا میں انداز ژرف
کرے تیرگی حس کی ادراک صرف

عیاں موج آفت میں ہر یک حباب
تھا ہم کاسۂ چرخ بروے آب

نہ دیکھا کسو نے اُسے خشک لب
تھی پہنائی گویا محیطِ غضب

وہ شہزادہ ماہ سپہر شباب
زسرتا قدم لمعۂ آفتاب

بلندی سے اقبال کی کر غروب
گیا مہر ساں بحرِ آفت میں ڈوب

اُٹھا تس پہ دریا بصد اضطراب
لگا ہی تپکنے بہر سو شتاب

کبھو تہ نشیں تھا وہ مثلِ صدف
کبھو اوج پیما تھا ہم شکلِ کف

گہے سوے پستی گہے سوے اوج
تھی جاذب بہر سمت آفت کی موج

بنا ایک محنت کا دریا اُسے
کیا عشق نے تہ و بالا اُسے

تلاطم سے خونِ جگر آب ہو
رہا زورقِ دل کا گرداب ہو

اُٹھا سر پہ دریائے ماتم وہاں
پٹکتا تھا ہر سمت ہر دم وہاں

ہَوا داری اُس باد کی قہر تھی
ہزار آفتِ جان یک لہر تھی

مصیبت کا دریا پڑا سر پہ ٹوٹ
کیا خستہ لطموں نے تن کوٹ کوٹ

اُٹھا جوش آفت کے طوفان کا
برسنے لگا قہر طغیان کا

نہنگ بلا بحر آشام سخت
ہجوم آور اُس پر تھے ناکام سخت

ہُوا رنج و محنت کی ہر حوت کا
مہیا وُہ لقمہ ز بس قوت کا

غرض ہر طرح بحرِ آفات میں
پھنسا ہی وُہ دام مکافات میں

تھا جس طرح ہمدوش با گلعذار
ہُوا اُس طرح بحر سے ہم کنار

عجب حالت اُس نازنیں کی رہی
تن ضعف و جان حزیں کی رہی

وُہ سینے میں باقی برنگ طلسم
رہی یک رمق خانہ آرائے جسم

اُس عالم میں بھی حسن شعلہ فگن
تھا جوں فرق دریا پہ کالے کا کن

ہُوا ہی جو لطمے سے سب تن کبود
کیا یم نے عالم پہ اُسکے سجود

وُہ چہرے پہ زردی جو چھائی وہاں
شفق کا ہُوا دل ہَوائی وہاں

پریشاں وُہ زلف سیہ فام ہو
رہے ماہی حُسن کے دام ہو

گریباں ہاتھوں سے دریا چاک ۔ ہوئے پنجے مرجان کے زخم ناک

وہ مہکی ہے قلزم میں عنبر کی بو ۔ دو بالا ہوئی اُس سے عنبر کی بو

گہر سے عقیق اُسکے پر دیکھ سب ۔ تحیر سے تھی ہر صدف تشنہ لب

سراپا ملاحت سے تن پُر نمک ۔ بنا دیدۂ بحر کا مردمک

غرض حسن نے اُسکے دریا کی اوٹ ۔ کیا ماہیوں کا جگر لوٹ پوٹ

اُٹھا اُسکے عالم سے بیتابیاں ۔ رہیں اُسپہ صدقے ہو مرغابیاں

وہ لے ماہ سے تا بہ ماہی وہاں ۔ دی خوبی کی سب نے گواہی وہاں

کھنچا آب پر حسن کا یہہ طراز ۔ خدا ہی کی قدرت کا طرفہ تھا راز

وہ دریا پہ برپا یک عالم رہا ۔ کہ خو کردہ خجلت وہاں یم رہا

نمایاں وہ ہر سو تہ موج تھا ۔ نہاں ابر میں گو مہ اوج تھا

لے دامن میں دریا دُرِ شاہوار ۔ لگا کرنے عالم پہ اُس کے نثار

تمنا تھی دیکھ اُس گہر کا بناو ۔ حباب اپنے آنکھوں کی بنوا دے ناو

غرض ہر طرح وہ مہ اوج حسن ۔ چمن زار نیلوفر موج حسن

کئی روز تک تہ و بالا رہا ۔ سراپا ہم آغوش دریا رہا

کہیں سے کہیں بحر و سنگ تک ۔ اُٹھا پھینکتا تھا اُسے یکبیک

پھر آخر کہیں باد بر روے آب
لے راہ پیما ہوئی ہی شتاب

گویا اُسکا قد رشکِ سروِ سہی
تھا جوں مُردہ از روح قالب تہی

اُس عالم میں ساحل پہ لیجا اُسے
بصد خشم دریا نے پھینکا اُسے

صدف وار ساحل وہ یکبار ہو
رہا مخرجِ دُرِّ شہوار ہو

تھا محنت کشیدہ سراپا تمام
تھے یخ بستہ سردی سے اعضا تمام

وہ بر خاک افتادہ بے ہوش تھا
رمق اُنکی باقی تھی مدہوش تھا

ہوا مہر افلاک پر جب بلند
ذرا کھل گئے ہیں سب اعضا کے بند

اُٹھا ہی واں سے وہ بیمارِ عشق
بلا دیدہ بحرِ خونخوارِ عشق

تو کیا دیکھے ہر سو بیابان ہی
زمیں پُر ز خارِ مغیلان ہی

بہر سمت ہو درد و محنت میں فرد
ہوا مثل آہو وہ صحرا نورد

ہوائے محبت میں دلدار کی
اذیت اُٹھا ہر خس و خار کی

ہو ہم پیشہ یکبار مجنوں کا
ہوا زیب ہر دشت و ہامونکا

با بخت شد دو چار پس از محنتِ عظیم
خوش ساعتے کہ رخت بسوے عطا نہاد

پلا ساقیا بادۂ غمگسار
کہ گل ہوویں تا دشتِ محنت کے خار

یہ طے درد و غم کا بیابان ہو
بیابان رشکِ گلستان ہو

سب کی قدرت کا سب کھیل ہے — خرد کا وہاں نارسا میل ہے
ہے حکمت عظیم اسکی بت ہر طرح — ہے پاس اسکے یک قدح از فرح
بھرے اسکے دریا ہیں انوار سے — نہ کام اسکا خالی ہے اسرار سے
یہ سن لیجئے ماجرائے عزیب — کہ ہے زیر پردہ حکایت عجیب
وہ سر حلقۂ نوجوانان عشق — زہے نو درخت بیابان عشق
جو صحرا نوردی سے محزون تھا — طپیدہ جگر رشک مجنون تھا
کئی ایک مدت بہر دشت دشت — بہر سمت کرتا رہا بازگشت
پھر آخر کوئی دن بہ کوہسار — ہوا بخت و اقبال سے وہ دوچار
کہ یعنے تھا یک باغ وہاں بے بہا — چمن زار گردوں ہو جس پر فدا
ارم جسکے ہو آستانے کی گرد — تھا چہرہ جہاں باغ جنت کا زرد
ملکیں اہل توقیر تھے یک وہاں — مسیحا نفس آفتاب جہاں
چراغ شبستان علم و حیا — تہ چرخ سر حلقۂ اولیا
کشایندۂ عقدۂ مشکلات — کلید در بستۂ کائنات
سبھی سرو گلزار اہل دلی — انیس و ندیم علی و ولی
وہ ہم چہرۂ مہر دریا نظیر — تھے مشہور آفاق روشن ضمیر

ولایت میں تھے مالک مصر وہ — تھے حضرت سلیماں کے ہم عصر وہ

سلاطین جنات آفاق گیر — سبھی سر بسر اُنکے فرماں پذیر

خجستہ لقا کا پدر الخصوص — سدا در پہ ملتا تھا از رہ خلوص

کئی نوبت اُس نے وہاں بیشتر — یہی عرض گذرانا تھا سر بسر

کہ در کلبۂ فدوی ناتواں — ہوئی خانہ زادی زبس نوجواں

جو قابل نگاہوں میں شمشاد ہو — وہ پیوند اب حسب ارشاد ہو

یہہ سن آپنے اُسکو فرمایا تھا — کہ اس بات کے بدلے کچھ غم نہ کھا

خدا جو پری اُسکا بھجوائیگا — گہر اُسکے قابل چلا آویگا

یہہ سن مژدہ ہر دم فرح یاب ہو — تھا نت منتظر چشم پر آب ہو

اِس اثنا میں یکدن بافضال رب — ملک زادۂ ہند عالی نسب

طپیدہ جگر بر ہم انفاس ہو — ز سر تا قدم صورت یاس ہو

اُسی سمت پہنچا ہی باصد نیاز
جہاں باب آئینے ہوتے ہیں باز

از غم نجات یافت ہمایوں مزاج — چوں روئے دل بخاک در اولیا نہاد

پلا ایکبے ای ساقی خوش خصال — عوض مے کے جاں پرور آب زلال

دکھا سبزۂ یک ثمین انعام کی
طراوت کسی بحرِ اکرام کی

ہر سو خدا ہی کے احسان کے
ہیں چشمے رواں آبِ حیوان کے

جو دیکھے کوئی اُس طرف غور سے
تو منہہ پھیر لیو مدام اور سے

وہ شہ زادہ رشکِ گلِ یاسمن
ہوا وارد اُس دم بسوے چمن

جو دیکھا تو ہر سمت با فر و زیب
گلستاں ہی ہر سبز رضواں فریب

ہی عاشق بہار اپنی رعنائی کی
ہی طرفہ روش جلوہ آرائی کی

زمینِ چمن ہی زمرد سرشت
خراماں بہر سو نسیمِ بہشت

کھڑے سرو ہیں برلبِ جوئبار
قیام اُنکے جلوے میں ہی آشکار

درختوں سے ہی نورِ طاعت نمود
ہیں میووں سے پر شاخ سر در سجود

کھڑے ہیں نہالانِ نو خاستہ
بہر سو صفوف اُنکے آراستہ

بچھا زیرِ پا سبزۂ جانماز
عبادت سے ہر نخل ہی سرفراز

نئی طرز ہی اُس چمن زار کی
طراوت وہ چشمِ ابرار کی

ہر یک غنچہ سر در گریباں ہی
بذکرِ خفی محو ہر آن ہی

وہ شاخِ زمرد پہ جلوہ کناں
گلوں کے ہیں جمہور اوراد خواں

کھڑی یک طرف نرگسِ نیکنام
ہی در ذکر سبحان من لاینام

بنفشہ مراقب میں نت پشت خم — مشاہد ہیں شبّو ہی ثابت قدم

وہ لالہ کے اصناف پُر کیفیت — مدامت از ساغرِ معرفت

وہ سوسن سراپا ہے تسبیح گوے — نکلتی ہے سنبل سے عرفانکی بوے

نوا عندلیبونکی نکلے ہے مست — ہر سو ہے برپا صداے الست

وہ پروانۂ شعلۂ انجمن — بجان آتش افروز روے چمن

نگاہوں سے ہر گل کی رعنائی دیکھ — چمن زار کی جلوہ آرائی دیکھ

سراسیمہ از عشق دلدار ہو — طلبگار بزم رخ یار ہو

ہر یک گل پہ از اشک شعلہ فشاں — چلا ہے بہر سمت دامن کشاں

نہالوں کا قد دیکھ آتی تھی غش — چمن اسکی آنکھو نمیں تھا خار کش

کیا گل سے کہہ ماجرا دل تہی — کہیں رو دیا دیکھ سرو سہی

نہ آئی مکاں سے نہ مطلب کی بو — رہا ہے مکیں کا طلبگار ہو

کہ شاید کسی نوع در کوے باغ — ہو پیدا اُس آرام جانکا سراغ

کہ اتنے میں طرفہ تجلی کدہ — ہم انوار برج مہ چاردہ

ہوا اُسکی آنکھوں میں تب جلوہ گر — گئی غور سے اُس نے جب یک نظر

تو کیا دیکھے یک پیرہن دہاکیں — چراغ شبستانِ حق الیقین

عبادت میں شاغل ہیں باصد خشوع
ہے چہرے سے نورِ ولایت طلوع

وجودِ مقدس ز سر تا قدم
تجلی سے معمور ہے دم بدم

عجب نور کی چہرہ آرائی ہے
قیافے سے ظاہر مسیحائی ہے

سماں دیکھ طرفہ یہہ اسرار کا
لگا دل اُدھر اِس گرفتار کا

تب اُس خضر طلعت کی جا روبرو
جھکا ہے بہ تسلیم وُہ مو بمو

نظر اُس پہ کر پیرِ عالی نسب
مخاطب ہوئے اِسطرح کھول لب

ای عاشقِ ماہ پرستاں بیا
یہہ سُنتے ہی اُس نے وہیں رو دیا

ہوئی بات یہہ دلمیں رونق پذیر
کہ ہیں مہر ساں آپ روشن ضمیر

اُس عالم میں ہم شکل سیماب ہو
گرا جاکے قدموں پہ بےتاب ہو

تب وُہ مشعلِ بارگاہِ کرم
طرف اُسکی دیکھ از نگاہِ کرم

لگے کہنے قدموں سے اب سر اُٹھا
ترے دل کا بر لاوے حق مدعا

نہ آزردہ خاطر ہوا ای عندلیب
شگفتہ ہوا وصل کا گل عجیب

یہہ سن مژدۂ وصل باصد نوید
ہوا ہے طلوع آفتابِ امید

وُہیں دستگیرِ جہاں حق شناس
اُٹھا بے سرو پا کو از خاکِ یاس

بغل گیر از غایتِ جوش ہو
رہے مرہمِ جانِ مدہوش ہو

سر و تن سے پھر اُسکے دھلوا غبار
عطا خلعت حسن کر ایکبار

خجستہ لقا کے پدر کو بلا
دے ہاتھ اسکے ہاتھوں میں داماد کا

مبارک سلامت سے دلشاد کر
امانت یہہ بھجوائی ہی اُسکے گھر

پدر اُس پری کا بصد آرزو
اسے دیکھہ ہم شکل مہ ہو بہو

اُٹھا بوجھہ آنکھوں پہ فرمان کا
ہُوا شیفتہ حسن انسان کا

پرستان میں اُڑ گئی ہی یہہ دھوم
ہوئے جلوہ گر تہنیت کے رسوم

خجستہ لقا کو ہوئی یہہ خبر
کہ آیا ہی خاطب کوئی اب ادھر

رہی پہلے جینے سے نومید ہو
لگی کانپنے ہجر سے بید ہو

پھر آخر کئی محرموں نے اُسے
کہا دیکھہ جا ہمدموں نے اُسے

کہ آیا ہی سرمایۂ جاں وہی
وہی باغ دل کا ہی سرو سہی

یہہ سن مژدہ باوجہ معقول وہ
گئی عیش عشرت سے تب پھول وہ

ہُوا دور دل سے غبار ملال
ہوئی ہی شب ہجر صبح وصال

پرستاں میں برپا ہو راگ رنگ
لگے بجنے ہر سمت عشرت کے چنگ

لگا ہونے تیار اسباب عیش
ہوئے بار عالم میں ابواب عیش

وہیں سنگنیوں نے سن و سال گن
مقرر کیا کامرانی کا دن

از فضل کردگار رہا یوں مزاج رست / در گلشن تمنا کہت دلربا نہاد

پلا ساقیا بادۂ بے نظیر / کہ انوار عشرت ہیں آفاق گیر

ہر سمت از عالم کہ خدا / رواں مطربوں کی ہے طرفہ صدا

وہ ابواب شادی کے مفتوح ہیں / طراوت دہ عالم روح ہیں

زبس ہے طرب کا سماں انتخاب / نہ دیکھا ہو چشم فلک نے بخواب

وہ تیاری عیش وہ انتظام / نیا کارخانہ نیا اہتمام

ہر سو وہ پرجوش عشرت کی دھوم / نوادر فرح بخش ہر یک ہجوم

وہ معمور ہر محفل از فرو زیب / طرب گاہ ایوان جنت فریب

بہار فرح رونق ہر چمن / گل حسن غارت گر انجمن

وہ حشاش و بشاش عالم تمام / وہ آمادہ عیش ہر خاص و عام

وہ سرگرم ہنگامۂ خرمی / جہاں تا جہاں عالم بے غمی

نیا عیش ہر سمت رونق پذیر / وہ لبریز جام فرح بے نظیر

نئی ہیت وہ عشرت پرستانیاں / فزوں شادکامی گلستانیاں

بڑی جاہ سے جب وہ آئی ہی برات / وہ نکلی ہی دولے گھر سے برات

برآمد محل سے ہو وہ رشک ماہ / چڑھا آکے گھوڑے پہ با عز و جاہ

سنی آوازِ ڈنکوں کی با احتشام | سلامی کی توپیں ہوئیں سب تمام
گئی ہے صدا تا بگوشِ فلک | اُٹھا گنبدِ چرخ یکسر دھمک
پڑی اُسکی آمد کی ہر سمت دھوم | ہوا مجتمع سربسر یک ہجوم
سواروں کا غٹ ازدہام سپاہ | وہ خلقت کی کثرت سے مسدود راہ
بہر سمت لاکھوں تماشائی تھے | کھڑے کیفیت کے تمنائی تھے
نظارے کے عالم میں چھوٹا بڑا | بہر سمت کوٹھے پہ اپنے کھڑا
وہ بازاریوں نے سرِ راستا | کئے ہیں دکانیں آراستا
لے دولھے کے گھر تا بدار العروس | سواری کا قائم تھا طرفہ جلوس
وہ فیلوں کی دلکش جلو داریاں | وہ ساطع مرصّع کی عماریاں
مسلّح سواروں کے غٹ جابجا | مغرّق جواہر میں ہر بادیا
کہیں پالکی اور کہیں نالکی | بنی ہیں سب زر و مال کی
کہاروں کی سب کرتیاں زرنگار | بندھیں تاس کی پگڑیاں پیچدار
وہ ہاتھی کے ہت رتھ پینس ہما | تھے سونے کے گویا رواں کوہسار
سپاہوں کی کثرت پیادوں کی فوج | رواں بحرِ عشرت کی ہر سمت موج
نوادر وہ باجوں کی ہر طرف غل | صدا شادیانوں کی دلچسپ گل

وہ شاہانہ ہاتھی پہ نوبت دھری — وہ آواز ہر اک عشرت بھری

وہ شہنا نوازوں نے دانائی سے — کیا مست عالم کو شہنائی سے

تلنگوں کی آواز آفاق گیر — ہر اک دل صدائے سنگھ کا اسیر

گرجنا وہ تاسوں کا با صد خروش — گرجنا وہ ڈنکوں کا از فرط جوش

تری اور کرنے و بانکے تمام — دم عیش بھرتے تھے با احتشام

وہ آواز زیل اور آواز بوق — دو بالا ہو جس سے ہر اک دل میں شوق

سوا اسکے باجے طلسمات کے — لگے بجنے ہر قسم و ہر ذات کے

سن آواز طرفہ وہ دور سپہر — تھا نادم ز نوبت گہ ماہ و مہر

تماہی کے تختے رواں صد ہزار — لگی ناچنے اس پہ ہر گلعذار

اس عالم میں دل چھین انکی ادا — وہ طبلوں کی مرغوب اونچی صدا

لگی انکی آواز نے دل میں راہ — وہ گانا کہ شادی مبارک بشاہ

وہ لینا تھا ہر تال میں دل رباب — تھا طرفہ سماں راگ کا ہم رکاب

نوادر وہ دولہا سوار سمند — ہوا حسن کا اس سے رتبہ بلند

تھرکنا وہ گھوڑے کا آئین سے — بڑھانا قدم جاہ و تمکین سے

وہ موتی کا سہرا ثریا فریب — جواہر کی مالا سے گردن کو زیب

زبس خلعتِ خسروی زیبِ تن — وہ بازو نشیں بے بہا نو رتن
وہ لٹکن کی خوبی وہ کلغی کا نور — فدا جس کے جلوے پہ مہرِ نشور
پیادے لیے مورچھل اپنے ہاتھ — رواں ہم رکاب اُس تجمل کے ساتھ
نقیبوں کی اور چوبداروں کی صف — مرصع کے عصے نوادر بکف
وہ رشکِ چمن باغچے چار سو — ارم نے نہ دیکھا یہ جلوہ کبھو
وہ ماہی مراتب کا طرفہ سماں — نوادر ہر یک تھی تہِ آسماں
وہ ابرک کے فانوس مینا کے جھاڑ — طلسمات کے جلوہ گر سب پہاڑ
وہ کوتل سمندانِ طاؤس زیب — سراپا بہشت ملائک فریب
وہ رنگیں کنول اور رنگیں درخت — طلسمِ جہاں گیر بالائے تخت
اناروں کا دغنا پٹاخوں کے ساتھ — گلے ماہتابیاں دیکھ ہاتھ
بنے قلعے ہر سمت باروت کے — جگر جس سے سوزاں ہوں حاسدوں کے
چمن آتشیں ہر گھڑی گل فشاں — کہ دودِ سحر ہو جہاں گم نشاں
وہ پٹاخے یکسر تجلی سے پر — خجالت دہِ پنجۂ ماہ و خور
وہ تختہ بہ تختہ چراغاں سب — درخشاں وہ فانوس رخشاں سب
زبس مشعلوں کی نوادر بہار — زمیں تا فلک سر بسر نور بار

سیاہی گئی شب کی گمنام ہو
رہا روز نادم تراز شام ہو

ہر سو تجلّی سے معمور تھا
جدھر دیکھیے عالمِ نور تھا

نہ یہہ نور کا کس نے دیکھا سماں
بزیرِ پرہ نخانۂ آسماں

براتی رواں جوق در جوق سب
کشاں بر زمیں دامنِ شوق سب

وہ دلہن کے گھر تک اُسی جاہ سے
وہ آیا ہی دولہ سرِ راہ سے

لکھوں اُس طرف کا میں کیا انتظام
مہیّا تھا اسبابِ عشرت تمام

وہ ہمدوش ایوان خیام رفیع
مطلّا بانواعِ نقشِ بدیع

تمامی کے پردے لگے زر سرشت
تجلّی سے معمور مثلِ بہشت

بچھی ایک مسند بصد فر و زیب
درخشاں بسانِ قمر دل فریب

زبس لخلخے نور افزاے فرش
کواکب سے لامع بہ بالاے فرش

وہ بلّور کے جھاڑ برپا تمام
خجل عالمِ نور سُن جسکا نام

وہ مینا کے پردوں کی طرفہ بہار
لگی موم کی بتیاں نور بار

امیروں وزیروں کا ہر سو ہجوم
نوادر وہ محفل نوادر وہ دھوم

اُس عالم میں بہرِ قدوم شرف
کھڑا ہونا اُنکا وہاں صف بصف

وہ دولے کا مسند پہ اعزاز سے
وہ بیٹھنا حشمت و ناز سے

رفیقوں کا ہونا صف آرا وہاں | بٹھانا اُنھیں با مدارا وہاں

وہ قاضی کی آمد و تعظیم شرع | منور وہ چہرہ با نوارِ ورع

وہ پوشاک و دستار دل چسپ و نو | وہ جامہ لگے جس میں تھے پاٹ گو

وہ دولہے کے آ بیٹھنا متصل | وہ لکھنا لگا عینک اُس دم سجل

پڑھانا وہ صیغہ بلفظ صریح | وہ الحان موزون تلفظ فصیح

وہ دینے عطر پان اور خلعت انھیں | وہ کرنا بتعظیم رخصت انھیں

طوایف کا اُٹھنا وہ بعد از نکاح | سماں راگ کا مصدر عیش و راح

لکھوں کیفیت کیا میں اُس آن کی | ہی مشہور محفل پرستان کی

کہیں ناچ اور راگ کا یہہ سماں | کسو نے نہ دیکھا نہ آسماں

وہ ارباب عشرت وہ اہل نشاط | تھے رقصاں بصد خندگی بر بساط

وہ طبلوں کی آواز راحت فزا | وہ گانے کے عالم کا طرفہ مزا

طنبوروں کے سُر اپنے انداز سے | بھرے شادکامی کی آواز سے

صداے طرب خیز سارنگیاں | لگیں کرنے دل کی رفع تنگیاں

وہ ایمن کی لہریں وآہنگ میں | کریں جس کے عالم پہ غش نکتہ چیں

وہ زہرہ جبینوں کی رامشگری | دکھانا وہ ہر دم کمال پری

جتانا نواور وہ اپنا ہنر — تھی ہر ادا دل نشیں سربسر
وہ حسن ایک آفت وہ قامت بلا — وہ ٹھوکر سے کرنا قیامت بپا
دکھانا کرشمے اٹھا اپنے ہاتھ — الٹنا دوپٹے اداؤں کے ساتھ
کناروں کی ہر سمت طرفہ بہار — وہ ہر لہر پشواز کی شعلہ زار
دکھانا کبھو فن وہ سنگیت کا — کبھو برملا میں جتانا ادا
کوئی ماہ پارہ قیامت فروش — چلی آئی غارت گر عقل و ہوش
کرشمے دکھا اپنے با صد طرب — کیا اس نے محفل میں طرفہ غضب
اداؤں سے اسکی ہر یک آن میں — ہوئی حشر برپا پرستان میں
سماں راگ اور ناچ کا بے نظیر — تھا اس بزم عشرت میں رونق پذیر
محل کی لکھوں کسطرح کیفیت — نئے ہر خیالوں سے تھی انسیت
تھا انواع عشرت سے ہر دلکو لاگ — وہ طرفہ فرح بخش رسم سہاگ
شکر ریز لونے سلونے سے لب — وہ مصری کی ڈلیاں سخن پر طرب
بھرے گائیوں سے سہانے وہ بول — ہر یک اپنے عالم میں یکتا تھے ڈھول
پری سمندھنوں کی وہ آمد کی دھوم — وہ پیش آنا سب کا بزراہ رسوم
وہ پھولونکے ہار اور چھڑیونکی مار — وہ عالم ہنسی کا برنگ بہار

اُڑے قہقہے اور پڑی سب میں غل ‌ ‌ ‌ ‌ وہ جوبن میں بیٹھی ہیں پر ایک گل

غرض ہیں یہہ باتیں تعشق کے ساتھ
نہ دل کو ہی تاب اس تعلق کے ساتھ

ازاں ہر دو دست کرد حمایل بگردنش ‌ ‌ ‌ ‌ ازیں در کنار دولت بے انتہا نہاد

پلا ساقیا بادۂ خوشگوار ‌ ‌ ‌ ‌ نشہ جسکا دکھلاوے طرفہ بہار

ہی کیفیت عشرت انگیز ہی ‌ ‌ ‌ ‌ بہار بشاشت طرب خیز ہی

ہر یک برج مطلع ہی امید کا ‌ ‌ ‌ ‌ لگا ہی گلن ماہ و خورشید کا

ہی معمور اوقات سکھ چین سے ‌ ‌ ‌ ‌ مرافق قران دو سعدین سے

حقیقت لکھوں کیا میں اس آنکی ‌ ‌ ‌ ‌ جو نوبت بڑھی عطر اور پانکی

محل سے یہہ پیغام آیا نہال ‌ ‌ ‌ ‌ کہ دولھے کی ہی انتظاری یہاں

یہہ سنتے ہی نوشہ بصد عز و جاہ ‌ ‌ ‌ ‌ ہوا مہر ساں سایہ بر برج ماہ

محل میں درآمد ہوا اس آنمیں ‌ ‌ ‌ ‌ چلا بلبل آسا گلستان میں

علم دیکھ خورشید قامت واں ‌ ‌ ‌ ‌ ہوئی ایک برپا قیامت وہاں

خرامش پہ اس مہ کی ہر ہر قدم ‌ ‌ ‌ ‌ لگی ہونے صدقے بہار ارم

کیا اس کے قامت نے برپا نشور ‌ ‌ ‌ ‌ تجلی نے دکھلایا اپنا ظہور

پڑی اُسکی آمد کی ہر سمت دھوم
گیا سب زلیخا وشوں نے ہجوم

ہر یک شمع رو اُس پہ پروانی ہو
لگی کہنے تب دل میں دیوانی ہو

کہ یا رب یہ رشک پری جان ہے
ملک ہے دیا کوئی غلمان ہے

غرض مہوشیں جوق در جوق سب
زشوخی اُس عالم میں باشوق سب

نثار اُس پہ کر جان برنگ بہار
لگیں کرنے قدموں پہ لاکھوں نثار

اُسے چھیڑا اُس دم قرینے سے سب
لگیں کھل کھلانے ہر یک غنچہ لب

تہہ ہر شکلوں مہوشوں نے وہاں
کئی لاکھ توتوں سے شیریں زباں

ہی کیفیت سے چمن در چمن
شکر ریز آفاق تھا انجمن

رہا یہ سماں حجلۂ حور تک
یہ پہنچا ہی اُس چشمۂ نور تک

ہوئے ہر دو معشوق یکجا وہاں
ہوئی شادکامی دو بالا وہاں

اُس عالم میں وہ شمع اعجاز حسن
سراپا تھی یک رایت افراز حسن

وہ قامت کی خوبی وہ چہرے کا نور
وہ سہرے کے پھولوں کا طرفہ ظہور

وہ مہندی سے گلگوں کف دست و پا
جہاں خون عاشق ہو صرف حنا

وہ عطر سہاگ اور پھولوں کی بو
سواد ختن تھا ہر یک تار مو

بسنتی وہ جوڑے سے قامت کو زیب
عروسی وہ کہنا قیامت فریب

وہ ہر بال موتی پروئے ہوئے — تھے پروین جہاں ہوش کھوئے ہوئے

لکھوں کیا بیاں جلوہ آرائی کا — دو شمشاد قامت کی رعنائی کا

باہم ہر دو ہم شعلۂ طور تھے — بآفاق نورٌ علیٰ نور تھے

جہاں تک کہ تھیں حسن کی خوبیاں — سرآمد ہوئیں آئینہ محبوبیاں

دکھاتا وہ مصحف انھیں حسب حال — وہ یوسف وہ مریم کی سورت نکال

وہ آیت سلیمان و بلقیس کی — محبت کے عالم نے تدریس کی

وہ دو صورتیں اُنکی گلزار سی — لگی دیکھنے دنگ ہو آرسی

دو جانب درخشاں وہ نور شہود — خدا ہی کی قدرت کا تھا یک وجود

حقیقت میں دونوں وہ یک نور تھے — تجلی سے وحدت کی معمور تھے

غرض ہو کے فارغ ز نوعِ رسوم — گیا ہو کے تفریق یکسر ہجوم

ہوئی بزم غیروں سے اُس دم تہی — اُس عالم میں وہ ہر دو سرو سہی

ہوئے سیراب از جویبارِ وصال — لہکنے لگے از خمارِ وصال

جہاں تک انھیں عیش منظور تھا — نہ اس بزمِ امکان سے دور تھا

ہوئی صرف عشرت وہ شب تا طلوع — تھا معمور دورِ طرب جس طرح

دبیرِ سحر نے بخطِ شعاع ع — لکھا میمنت نامہ با ارتفاع

دونوں خواب عشرت سے بیدار ہو	تبسم سے گل ریز یکبار ہو
گئے سوے حمام فرحت کے ساتھ	نہا دھوکے نکلے ہیں عشرت کے ساتھ
غرض ایک چلہ شب و روز و	بیک برج تھے جلوہ افروز و
جہاں تک کہ منظور تھا صبح و شام	پیا عیش و عشرت کا دونوں نے جام
اُس عالم کریا دجا دے ہند	سراسر دو منقا دجا دو ہند
شراب محبت سے سرشار ہو	رہے اُس کے دایم طلبگار ہو
دیا قاصدوں کو اُسیدم جواب	دے صورت و سیرت کا اُسکے پتا
روانہ کیا ہی اُنھیں سو بسو	ملاقی ہو اُسے بصد جستجو
وہاں تک اُسے جاہ و تکریم سے	وے لے یکبار تعظیم سے
ہو دیدار سے اُسکے تب فتحیاب	رہے شادماں ہو مہ و آفتاب
ہوا دلکو جب شاہزادے کے چین	اُٹھا جوش کھا تب غم والدین
کئی دن کی رخصت لے پھر شاہ سے	بڑی دھوم سے اور بڑی جاہ سے

روانہ ہوا اُسدم مہ و مہر افوج
چلے ساتھ لے اور احتشام و فوج

در چشم والدین ہمایوں مزاج باز — ہم سر مہ جواہر دہا سم تو تیا نہاد

پلا دے اسیں ساقیا یک قدح ۔ کہ ہی نوبت انتہائے فرح

کہی ایکنے یوں نے کہانی یہہ طرح ۔ یہہ پیتا ہوں اب آخری جام می

جب اپنی ریاست کے جا غریب ۔ کیئے اُس نے استاد خیمے عجیب

ہوئی یہہ خبر سب میں افتادہاں ۔ ہوا شور و غل ایک برپا وہاں

کہی عرض شہ سے یہہ سب نے نوید ۔ کہ طالع ہوا آفتاب امید

یہہ سن اُس گھڑی شاہ روشن قیاس ۔ لگا کہنے یکبار ہو گم حواس

عزیز و ندوہ بخت یاور ہیں آج ۔ کہ مجھسے ملے وہ ہمایوں مزاج

ہوئی ایک مدت نہ اب آس ہے ۔ لگا ہوں تلے ظلمت یاس ہے

یہہ شاید کہ آیا ہی دشمن کوئی ۔ یہہ افواہ اُس نے اڑائی نئی

رہے اس بہانے سے ہو ملک گیر ۔ اُسے بے لڑے دے جکائیں سریر

ہیں اُس جاہ و حشمت سے دلتنگ ہم ۔ نہ منظور ہی عازم جنگ ہوں

وگرنہ کہاں وہ مددگار بخت ۔ کہاں ہم کہاں وارث تاج و تخت

یہہ دھوکا ہی یا خواب یا ہی خیال ۔ سوا اُسکے ملنے کی صورت محال

مگر تقریر جو پایا یہہ قول ۔ ہوا دل سے گم نا امیدی کا ہول

غرض اُسگھڑی شاہ خورسند ہو ۔ بصد دل نہایت فرح مند ہو

نباہیں

وہیں پیش قدمی کر عشرت کے ساتھ
کیا ہی سواری دونوں کے ساتھ

جو دیکھا پسر نے کہ آیا ہی باپ
چلا پا پیادہ وہ ملنے کو آپ

سواری سے شہ نے کیا تب نزول
وہ دیکھ اپنے کعبے کو تب دی عقول

گرا جا کے قدموں پہ بے اختیار
اٹھا سر قدم سے تب وہ شہریار

دلوں کے سرشکوں سے سب داغ دھو
رہا ایکساعت بغل گیر ہو

ملے اسطرح وے تلطف کے ساتھ
ملے جیسے یعقوب یوسف کے ساتھ

ملے ہیں بہم ایکدل ایک تن
خوشی کے ہوئے ہیں شگفتہ چمن

گئے عیش و عشرت سے یکبارہ پھول
مطالب ہوئے سربسر سب حصول

ملے نذریں امیروں وزیروں سے وہ
ملا ہی صغیروں کبیروں سے وہ

پھر اس بعد باز و اجلال شاہ
ہوئے رونق افزا سوئے خیمہ گاہ

ہوئی ہی قدمبوس وہ نازنیں
محبت سے تب چوم اسکی جبیں

بٹھایا ہی مسند پہ اسکو قریب
جھکا سر حیا سے وہ بیٹھی عجیب

وہ خاصہ تناول کر یکبار شاہ
برآمد ہوا ہی بصد فر و جاہ

رہی پھر سواری وہ تیار ہو
چلے شاہ و شہزادہ اسوار ہو

زنانی سواری چلی اسکے بعد
لگے بجنے باجے سبھی مثل رعد

ہوا ذر لڑکے کو شاد جہاں | لئے ساتھ آیا محل تک وہاں

سواری سے شہزادہ اُسدم اُتر | لگا دیکھنے اُس طرف کر نظر

تو کیا دیکھے ہی آستانے پہ ماں | کھڑی منتظر بہرِ آرامِ جاں

یہہ جانا کہ مسعود ہو بے بدل | گرے اُسکے قدموں پہ وہ بیکل

یہ پانوں پہ تب ماں نے گرنے دیا | لیا اُنکے نوبت جگر سے لگا

گئے داغ سینے سے تب دور ہو | رہی بیطرح شاد و مسرور ہو

ہا ہو کو سواری سے اُسدم اُتار | ہوئی ساس صدقے بجا انکیبار

نئے سر سے برپا ہوا راگ و رنگ | خوشی کے لگے بجنے ہر سمت چنگ

غرض شاہ نے پھر اُسی جاہ سے | اُسی حشمت و صولت و جاہ سے

کیا ہی نئے سر سے دونوں کا بیاہ | چڑھا ہی دگر بار گھوڑے پہ شاہ

عروسی کی مسند کا دکھلا جلوس | ہوئی ہی خجستہ لقا نوعروس

وہ سہرا جو دیکھا ہی تب پھر نظر | ہوا تازہ تر باپ ماں کا جگر

دلوں کے بر آئے ہیں ارمان سب | رہے شاد خورم ہو ہر آن سب

وہی عالم عیش برپا رہا | سدا شادمانی کا چرچا رہا

ہوئے ہیں وے سب شادماں جسطرح | بر آویں مراد جہاں اسطرح

رہے شاد نواب عالی ہمم
سلامت رہے بخت یہہ جاہ و حشم

ہمیشہ در آفاق زیر نجوم
رہے اُسکے گھر عیش و عشرت کی دھوم

الٰہی مراد اُسکی بر لا تمام
بحق محمد علیہ السلام

رہوں اُسکے سائے میں میں شاد حال
سلامت وہ سایہ رہے بے زوال

این مثنوی بحضرت نواب نامدار
آورد خاکسار علیؑ گدا نہاد

پلا بادہ ای ساقی نیکنام
کیا تو نے احسان اپنا تمام

کہاں تک ہو ہر جام کا حق شناس
کروں لب گہر زیر شکر و سپاس

ہو یک مو زباں گر مری جاں ہو
ادا ایک سر مو نہ احسان ہو

نشے میں تیرے می کے ای خوش خصال
کئی میں نے پوری یہہ نقل خیال

شب و روز رکھ دھیان بھنونکا
کیا میں نے شربت سدا خون کا

وہی جانیں جو اہل انصاف ہوں
سدا مو شگاف و شعر باف ہوں

نہ باید بشوخی سر افراختن
بہاے خزف را گراں ساختن

اگرچہ نہ از ناظم دہلوی
فصاحت میں افصح ہی یہہ مثنوی

بہ ممدوح میرزا وہ کشورستاں
کہ اسم علا جسکا ہی غوث خاں

قدردان شعر و سخن ہی سدا
رہے جاں آصف ہو جس پر فدا

سخن پرور و نامدار گزیں
نہ ایسا ہوا ہی نہ ہوگا کہیں

اسی موج بحر کرم کے لیے
فلک جاہ عالی ہمم کے لیے

لکھی مثنوی میں نے محنت کے ساتھ
ہوئی ہی یہہ پوری مشقت کے ساتھ

یہ جب تک نہو نذر میری قبول
کہیں نا تمام اسکو اہل عقول

اگر یک نگہ اس پہ گذرے کہیں
تو ہو مثنوی قابل آفریں

غرض ہر سخن ابدار و جمیل
ہی محنت کی میرے نمایاں دلیل

میں اس اہل کو کن استاد ہوں
سدا کوہ کن مثل فرہاد ہوں

کئی میں نے خارا تراشے یہاں
ہر یک بات میں مغز پائے یہاں

خراب اور خستہ رہا جان سے
تب ایسے ہی نکلے گہر کان سے

نہیں مثنوی بلکہ جادو ہی یہہ
خراماں خلق کی یک آہو ہی یہہ

ہی مضموں نیا اور حکایت نئی
یہاں سحر نے کی حمایت نئی

بہار سخن ہی چمن در چمن
کرے جسکے عالم پہ عشق انجمن

یہہ کوہ کن میں سرخوش ہی گلزار ہند
کریں اسکی چاہت خریدار ہند

مجازاً اس حکایت کی انداز ہی
حقیقت میں یک گوہر راز ہی

یہہ طرز کنایات سرشار ہیں — کہانی نہیں بلکہ اسرار ہیں

بہ نذر نواب جم اقتدار — کشیدم بسلک این در شاہوار

قبولش کند کر بالطاف خویش — شود نرخ مو ہوش از قدر بیش

ز بس نامہ رشک بہار چمن — بنامم تو موسوم در انجمن

ز من یادگار جہاں بردمست — سخن مختصر تحفۂ اعظم است

کنون بہر تاریخ این مثنوی — گہر جستم از معدن پہلوی

بسے سنگ خارا برافراشتم — نظر سوی لعل گران داشتم

شد آویزہ ناگہ بگوشش مراد — فلک گفت منظور نواب باد

سنہ ۱۲۶۲

یہہ تاریخ اردو میں رنگیں ہے
یہی خانۂ لعبت چین ہے

سنہ ۱۲۶۲

من محمد حسین کھنکھٹ

بنا گلدستہ جب یہہ خوب و دلخواہ — کہا ہر یک نے اسکو دیکھ و واہ

تب آیا جوش دل سے بر زبان زود — یہہ لاثانی ہوئی ہے مثنوی واہ

سنہ ۱۲۶۲